بانیٔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

رئیس التحریر
شیخ الحدیث مفکر اسلام
مولانا مفتی محمود

اتحادِ عالمِ اسلام

19/39

نیل کے ساحل سے لے کر.......

یہ عقدہ ارضِ مقدس نے حل کیا آخر
جگر کے خوں سے ملتی ہے طاقتِ پرواز

اُدھر ہے ارضِ مقدس تو اس طرف کشمیر
ہر ایک بندۂ مومن ہے تیغ بر انداز

اُڑا دو پرچمِ اسلام پھر فضاؤں میں
یہود پھر سے ہیں مغضوبِ بارگاہِ حجاز

مٹا دی پھر سے ہے تمیزِ رنگ و بو ہم نے
ہیں ایک صف میں کھڑے پھر سے غزنوی و ایاز

جہاں کو اپنے بگولوں سے جو اُڑا دے گا
ہے ریگ زار سے اُٹھا وہ غازیِ جانباز

ہزار حیلہ گری سے لیا ہے کام اُس نے
پلا سکا نہ فرنگی مجھے شرابِ مجاز

مری صدا سے مجھے ہے مستِ رومی و اقبال
مری نوا سے ہے زندہ حافظِ شیراز

بس ایک لفظِ خودی نے مجھے کیا بیخود
نہ پوچھ مجھ سے مری زندگی کے راز و نیاز

کبھی ثریا ہوں آزادؔ میں کبھی ہوں ثری
مری حیات ہے وابستہ نشیب و فراز

آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

فی شمارہ
۴۰ پیسے

۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ
۲۲ فروری ۱۹۷۴ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

جلد نمبر ۱۹
شمارہ نمبر ۳۹

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

جہاد کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ حج مبرور۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ: اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا"، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَیْنِ"، قُلْتُ: "ثُمَّ اَیٌّ؟" قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ رب العزت کے راستہ میں جہاد کرنا (بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح یا شام گذارنا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔ (بخاری اور مسلم)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ یُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ"، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یا رسول اللہ) لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا وہ مسلمان جو گھاٹیوں سے کسی گھاٹی میں اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے (بخاری اور مسلم)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا وَالرَّوْحَةُ یَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَوِ الْغَدْوَةُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا (متفق علیہ)

شانِ رسولؐ

شانِ رسولؐ کس کی زباں کرسکے بیاں
بالاتر از شعور مقامِ رسولؐ ہے
تصدیق باللّسان بھی ضروری سہی مگر
مومن ہے وہ جو دل سے غلامِ رسولؐ ہے
مضطرؔ یہ سب وسائلِ ارضی ہیں جانکاہ
بس اک حیات آفریں نامِ رسولؐ ہے

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اور شام کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (جہاد کے لیے) جانا یا صبح کو جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے (اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: رِبَاطُ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَّقِیَامِهٖ، وَاِنْ مَّاتَ فِیْهِ اُجْرِیَ عَلَیْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ وَاُجْرِیَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزے اور اس کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے اور اگر اسی حالت میں مرگیا تو جو کام وہ کرتا تھا مرنے کے بعد بھی اس کے لیے جاری رہے گا اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا اور فتنۂ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ:- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ایک دن اللہ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنا دوسرے کاموں میں ہزار دن لگے رہنے سے افضل ہے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے)

داخلہ جنت کی ضمانت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ، وَشَرَّ مَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دو کلوں کے درمیان (زبان) کے شر اور دو پیروں کے درمیان (شرمگاہ) کے شر سے محفوظ رکھا تو وہ شخص جنت میں داخل ہوا۔ (ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔)

فون ۶۵۵۴۵

خدام الدین

۲۱ محرم الحرام سنہ ۱۳۹۴ھ
۱۵ فروری سنہ ۱۹۷۴ء

جلد ۱۹ شمارہ ۳۹

مندرجات

- نیل کے ساحل سے لے کر... نظم
- احادیث الرسولؐ
- اداریہ
- مجلس ذکر
- کراچی میں حضرت درخواستی کی تقریر
- حضرت مولانا مفتی محمود کی تقریر
- آزادی ہند کی عالمی تحریک ریشمی رومال
- فتوحات عہد فاروقی پر ایک نظر
- علامہ اقبال اور صوفیائے اسلام
- طبی معلومات

بدلِ اشتراک

سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے
فی شمارہ ——— ۴۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

نو تشکیل اسلامی مشاورتی کونسل

اسلام کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق

مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود

ملّتِ پاکستانیہ کی بدقسمتی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعرہ کے سہارے معرضِ وجود میں آنے والی مملکت میں ۲۷ سال گذرنے کے بعد بھی اس نعرہ پر عمل کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہو سکی ——

ضرورت اس بات کی تھی کہ پاکستان میں ابتدا ہی میں قرآن و سنّت کی بنیاد پر آئین مملکت مرتّب ہوتا اور اس پر خلوص سے عمل کیا جاتا لیکن ایسا نہ ہُوا، بلکہ مختلف وقتوں میں قوم کے ساتھ وہ مذاق کیا گیا کہ توبہ بھلی —— اگر ایک وقت میں "قرار دادِ مقاصد" کی منظوری کا مژدہ جانفزا سنایا گیا تو دوسرے وقت آئین ۵۶ء کے عنوان سے خدمت اسلام کا ڈھونگ رچایا گیا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ قرار داد مقاصد دفتری فائلوں میں دب کر رہ گئی اور اس کو بنیاد بنا کر ملکی قوانین کو درست کرنے کا کسی نے سوچا ہی نہیں، جبکہ آئین ۵۶ء اسلام کے نام پر اسلام کے ساتھ بہت بڑا مذاق تھا اور اس مذاق کا اندازہ اس تنقیدی رپورٹ سے ہو سکتا ہے جو اسی وقت جمعیۃ علماء اسلام کے قائم کردہ کمیشن نے مرتّب کی تھی جس کی ترتیب کا شرف مجھے حاصل تھا —— اس کے بعد جب ایوّب خان نے قوم کو آئین کی سوغات دی تو اس میں بھی اسلام کی حالت اس بیوہ جیسی تھی جسے عروسی جوڑا میلا ہونے سے قبل ہی اپنے رفیق حیات کی مفارقت کا داغ برداشت کرنا پڑا —— ایوّب خان نے آئینی ترمیم کے ذریعہ تبدیلی مذہب کی اجازت دے کر جس طرح ملک کے اساسی نظریہ کو پامال کیا اور پھر ملک بھر کے نام نہاد اسلام پسندوں نے جس طرح اس ترمیم میں اس کے ہاتھ مضبوط کئے وہ ہماری تاریخ کا ایک عبرت ناک باب ہے —— ساتھ ہی ایوّب خان نے ایک عدد اسلامی مشاورتی کونسل قائم کی جس کا کام ملکی قوانین کو کتاب و سنّت کے سانچہ میں ڈھالنا تھا لیکن اس کونسل میں جو ممبر نامزد کئے ان کی حیثیت مُلّا مبارک کے خاندان جیسی تھی جو مغل شہنشاہ اکبر اعظم کے سیاہ کو سیاہ اور سفید کو سفید کہنا ہی اپنا فرضِ منصبی سمجھتا تھا —— اس کونسل پر لاکھوں روپیہ خرچ ہُوا لیکن نمونہ کے طور پر ایک بات ایسی نہیں بتلائی جا سکتی جس میں کونسل نے اپنا فرض ادا کیا ہو۔ ظاہر بات ہے کہ چند افراد جنہیں محض "نوازنے" کے لئے ممبر نامزد کیا گیا ہو اور انہیں علم و فقاہت سے دُور کا بھی واسطہ نہ ہو اور حکمران طبقہ کی چاپلوسی و خوشامد ان کی جبلّت ہو ایسے ارکان کیا کریں گے؟ —— نتیجہ ظاہر ہے کہ ایوّب خان صاحب کے "قابلِ رشک" دَور میں اسلام کی قطعاً کوئی خدمت نہ ہو سکی بلکہ اسلام کو اتنے زخم سہنے پڑے کہ الاماں۔ ایوّب اپنے انجام کو پہنچا تو یحییٰ خان رونق افروز ہوئے انہوں نے انتخابات کرا کر ایک اچھی مثال قائم کی لیکن بدقسمتی سے وہ انتخابی نتائج کے مطابق عمل نہ کر سکے جس کے نتیجہ میں ۴۷ء کا پاکستان دولخت ہو کر رہ گیا اور "نیا پاکستان" معرضِ وجود میں آیا ——

نئے پاکستان کی سربراہی کا شرف بھٹّو صاحب کو حاصل ہُوا جو پیپلز پارٹی کے سربراہ بھی تھے اور ہیں وہی پارٹی جس کے بنیادی نعروں میں "اسلام ہمارا دین ہے" کا نعرہ آج بھی جگہ جگہ لکھا نظر آتا ہے اور جس کی گونج اب بھی جلسوں اور پارٹی میٹنگوں میں سنائی دیتی ہے۔ لیکن عوامی مارشل لاء اور عبوری آئین کے مراحل طے کرنے کے بعد جب یہ حضرات مستقل آئین کی منزل پر پہنچے تو اگرچہ اس آئین میں اسلام سے متعلق بعض ایسی باتیں شامل تھیں جو اس سے قبل کسی دستور میں نہ تھیں (اور یاد رہے کہ یہ باتیں ہماری سعی سے شامل ہُوئیں) لیکن عمل کی دُنیا میں اسلام کے ساتھ وہی سلوک ہُوا اور ہو رہا ہے جو پہلے ہُوا کرتا تھا —— اس وقت قول و عمل کی تضاد بیانیوں کا احاطہ مقصود نہیں، صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وہ ہے اسلامی مشاورتی کونسل کا قیام۔

موجودہ آئین میں اس عنوان سے ایک کونسل کے قیام کا وعدہ ہے جو چیئرمین سمیت تیرہ ارکان

پر مشتمل ہوگی اور جس کا کام قوانین ملکی کو کتاب وسنّت سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ دستور میں کہا گیا ہے کہ یہ کونسل سات سال میں اپنا کام مکمل کرے گی اور اسے ہر سال ایک رپورٹ مرتب کرکے پیش کرنا ہوگی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت اسلام پر عمل کرنے کے معاملہ میں مخلص ہو تو اس کونسل کے ذریعہ بڑا کام ہو سکتا ہے اور اس بات کو میں نے ملک میں متعدد جلسوں میں بھی ذکر کیا لیکن ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہا اور اب بھی کہتا ہوں، کہ کونسل کے ارکان کے طور پر محض "بھرتی" سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ نقصان کا امکان زیادہ ہے اور اس قسم کے خدشات بھی ہمارے ذہن میں تھے کہ حکومت اپنی عمومی روش کو یہاں بھی ملحوظ رکھے گی اور محض ایک آئینی شق کو پورا کرنے کے لئے ایک گروپ تشکیل کردے گی ——

بدقسمتی سے ہمارے وہ خدشات درست ثابت ہوئے اور چند دن پہلے حکومت نے جس کونسل کا اعلان کیا ہے وہ عوام کے مذہبی جذبات کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس میں ایسے علماء نامزد کئے جاتے جو فقہی مزاج کے مالک ہوتے، مخلصانہ دینی خدمت ان کا شیوہ ہوتا اور ترغیب و تحریص کے ہتھکنڈوں سے ماوراء ہو کر انہیں کام کرنے کے پورے مواقع حاصل ہوتے، لیکن اس کونسل کے ارکان میں اوّل تو علماء ایک تہائی سے بھی کم ہیں اور جو ہیں بھی وہ کسی دوسرے شعبہ میں ماہر ہوں تو ہوں فقہی دنیا میں وہ یقیناً سند نہیں جبکہ اس کام کے لئے ان لوگوں کی ضرورت ہے جو فقہی اعتبار سے سند کا درجہ رکھتے ہوں اور اس معاملہ میں ان کی حیثیت مسلّمہ ہو —— اور ان ایک دو علماء کے سوا کونسل کے باقی ارکان کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ رومن لاء وغیرہ کے تو یقیناً ماہر ہوں گے دینی علوم میں ان کی حیثیت ایک مبتدی طالب علم سے بھی کم ہے۔ اصل میں اس اندھیر گردی کا سبب ہمارے یہاں کے مخصوص حالات ہیں۔ برسراقتدار طبقہ نے ہمیشہ ہی یہ انداز اختیار کیا کہ کسی کام سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ سوچنے کا یہ انداز انتہائی غلط ہے۔

اوّل تو ملک کے ہر شعبہ زندگی میں اپنے بیگانے کا امتیاز روا رکھے بغیر اہل اور باصلاحیت افراد سے کام لینا چاہیئے۔ اور اسلام کے معاملہ میں تو غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے لیکن ہر شعبہ زندگی کی طرح اسلام بھی حکمران طبقہ کی ناوک افگنی کا شکار ہے اور اس معاملہ میں بھی سیاسی رقابتوں اور سیاسی رشوت سے ہاتھ نہیں کھینچا جاتا۔

اگر بعض علماء اس لئے گردن زدنی ہیں کہ وہ سیاسی حریف ہیں تو بعض دوسرے یقیناً ایسے ہیں جو سیاسی بکھیڑوں سے الجھے بغیر علم کی ٹھوس خدمت کر رہے ہیں اور ان کی اصابت دینی، پختگی فکر اور حذاقت فن اپنی جگہ مسلّم ہے' کیا اس کونسل میں ایسے علماء کو نامزد نہیں کیا جا سکتا تھا؟ پاکستان کے مشہور علماء میں مولانا مفتی محمد شفیع (کراچی) مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد اسحٰق سندیلوی جیسے حضرات یقیناً اس قابل تھے کہ انہیں اس کونسل میں نامزد کیا جاتا اور ان کی خداداد علمی بصیرت سے فائدہ اٹھایا جاتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ہماری گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گی، اور اس نو تشکیل کونسل کے ارکان میں ردّوبدل کرکے اپنے ملّی فرائض سے عہدہ برآ ہوگی، لیکن اگر حکومت نے ان معروضات کی پروا نہ کی، اور اپنی ہٹ پر قائم رہی تو ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ جس طرح مسلم لیگ کا نعرہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محض ایک فریب تھا، اسی طرح موجودہ برسراقتدار پارٹی کا نعرہ "اسلام ہمارا دین" بھی ایک فریب ہے، اور وہ اسلام کے معاملہ میں قطعاً مخلص نہیں ہے اور ظاہر ہے، جس طرح مسلم لیگ کا فریب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکا بلکہ وہ بہت جلد اپنی ہی بدعملیوں کا شکار ہو کر ایک مجسّم عبرت بن گئی [illegible] طرح موجودہ پارٹی بھی اس انجام سے بچ سکے گی۔ خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

محمود
7·2-74

چونڈہ پر حملہ؟

ڈاکٹر رؤف عابد بھٹی صاحب ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ گذشتہ دنوں قصبہ چونڈہ کی مکی مسجد میں مولانا محمد خاں نے درس قرآن دیتے ہوئے جب مرزائی مبلغ کی زہر افشانی پر تریاق چھڑکا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام وعلیٰ نبیّنا کی شان اقدس میں گستاخی اور اس مسئلہ کے بارے میں اشتعال انگیزی کا مثبت اور مسکت جواب دینا شروع کیا جو بحیثیت عالم دین کے ان کا فریضہ تھا تو مرزائیوں کا ایک گروہ خانہ خدا میں گھس آیا مسلمانوں پر ان کی مسجد میں آکر تشدّد کیا گیا۔ مولانا محمد خان کی داڑھی نوچی گئی۔ اور اللہ کے قرآن کی اس طرح بے حرمتی کی گئی جو ہر مومن کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ سرحد پار قادیان سے وفاداریاں رکھنے والوں کی ننگی جارحیّت اور اہل اسلام پر سفاکانہ حملہ سے متعلقہ حکام کو مطلع کرنے کے لئے ایک وفد روانہ ہوا تو اسلحہ سے لیس قادیانی غنڈے میدان میں آگئے، نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائی گئیں جن سے قائد وفد جناب رفیق احمد باجوہ اور مولانا محمد صدّیق بھی شدید زخمی ہو گئے —— اسی پر بس نہیں ہوئی بلکہ ۲۸/۱ کو مقامی گرلز سکول میں مرزائی طالبات نے مسلمان بچیوں پر پتھراؤ کیا، اشتعال انگیز نعرے لگائے، طے شدہ منصوبہ کے تحت قادیانی عورتوں نے بھی گھروں سے نکل کر اس بزدلانہ جنگ میں شرکت کی، شاید ان واقعات کی عدالتی تحقیقات جاری ہے۔ اس لئے ہم فی الحال اس بارے میں کچھ نہیں کہتے تاہم ان مسلمانوں کی "امن پسندی" اور "بردباری" کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جو محبوب ربّ العالمین سیّد الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم المرسلینی پر ایمان رکھتے ہیں اور انہوں نے قادیانی ظلم وزیادتی کے جواب میں احترام امن وقانون کا دامن داغدار نہیں ہونے دیا

۱۴-۲-۷۴

عالمی امن کانفرنس!

پاکستان کی نمائندگی جانشین شیخ التفسیر کریں گے

۱۳ر فروری۔ پاکستان امن کونسل کے صدر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور اور جنرل سیکرٹری جناب مظہر علی خاں آج صبح لاہور سے بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہوگئے ہیں —— جہاں سے آپ براستہ ماسکو، بلغاریہ کے دارالحکومت صوفیہ جا رہے ہیں۔ پاکستان امن کونسل کے رہنما صوفیہ میں منعقد ہونے والی عالمی امن کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کریں گے۔ اور دنیا بھر سے آئے ہوئے وفود سے ملاقات کریں گے۔ آپ کا یہ دورہ دس بارہ روز تک جاری رہے گا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

مظلوموں اور بے کسوں کے کام آنے کا جذبہ بیدار کیا جائے

فسق و فجور اور شر و فساد مٹا دینے والی تعلیمات صرف اسلام کے دامن رحمت میں ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور کا ایمان افروز خطاب

مجلس ذکر میں

۷ر فروری ۱۹۷۴ء

مرتب: عبدالرشید انصاری

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم :

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ یُحِبُّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ۔ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کے اندر یہ خصلت پیدا نہ ہو جائے کہ جو بات وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

اس حدیث نبوی میں امت مسلمہ کے لیے ایک ایسا انقلاب آفریں سبق دیا گیا ہے کہ اس پر ملت اسلامیہ کا ہر فرد اگر عمل پیرا ہو جائے تو ہماری باہمی رنجشوں، جھگڑوں، جھمیلوں اور لاانتہا ہی پریشانیوں کا سلسلہ از خود ختم ہو جائے۔ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا دین ہے جو اپنے دامن رحمت میں عدل گستری، امن پروری، الفت و رافت اور محبت و ایثار کی ایسی تعلیمات رکھتا ہے جو دنیا میں فسق و فجور اور شر و فساد مٹانے کے لیے کافی ہیں۔ یہی وہ تعلیمات تھیں جن کی اثر آفرینی نے ایک وقت میں روم و فارس، افریقہ و یورپ اور عرب و عجم کی ان قوموں کو باہم شیر و شکر کر دیا تھا جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا جدا تھیں اور ان میں ملنے بیٹھنے کے لیے کوئی قدر مشترک نہ تھی۔ عہد نبوی میں جب ظالم و جابر روساء مکہ نے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اصحاب پیغمبر اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور توحید خداوندی پر ایمان کا اعلان موت کو دعوت دینے کے مترادف قرار پایا تو حکم الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اس وقت مہاجر صحابہ کرام غریب الوطن ہوئے اور رشتہ داروں کو چھوڑنے کے علاوہ مفلس و تنگ دست بھی تھے۔ تجارت و زراعت یا اور کوئی کاروبار نہ تھا۔ ان حالات میں اسلام کا یہ مقدس قافلہ آخر کتنے روز مدینہ میں ٹھہر سکتا تھا لیکن رشتۂ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت نے تفرد اور دوئی کی تمام دیواریں منہدم کر کے اجتماعیت و یگانگت کا دلوں میں ایسا جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ مہاجرین کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پہلے غریب الدیار تھے۔ اور اب اپنے وطن اور اپنے گھروں میں آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کے لیے (فی الحقیقت اور بلا مبالغہ) اپنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے، اپنے مال و دولت، کاروبار، زراعت و تجارت اور جو کچھ بھی وہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ ہر شے کے دروازے آنے والے اُن مہمانوں کے لیے عام کھول دیے جنہیں خدا کے شہر بلد الامین سے خدا کے آخری پیغمبرؐ کی پیروی کرنے اور صرف خدا تعالےٰ ہی کی پرستش و بندگی کرنے کی بے گناہی اور سچائی کی پاداش میں چلے جانے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے باقاعدہ تعین فرمایا کہ مہاجرین و انصار باہم کون کون کس کس کے بھائی ہیں۔ یہاں تک کہ انصار میں سے اگر کسی کے ہاں دو بیویاں تھیں اور اس کے مہاجر بھائی کی شادی نہیں ہوئی تھی یا وہ اکیلے ہی مسلمان ہوئے اور اپنے اہل سے علیحدہ ہو کر مکہ سے آ گئے تھے۔ تو انہوں نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے اس مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی۔

> ایک وقت میں روم و فارس،
> افریقہ و یورپ اور عرب و عجم کی رنگ و
> نسل اور علاقہ و زبان کے اعتبار سے
> مختلف اقوام کو اسلام کی اثر آفرینی
> نے باہم شیر و شکر کر دیا تھا

آج ہمیں متحد ہونے کی جس قدر ضرورت ہے اس سے پہلے شاید کبھی نہ تھی۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ پیدا کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو دکھوں اور مصیبتوں سے نجات دلانے کے لیے اپنا آرام اور چین اور اپنی خوشیاں تک قربان کرنے کی تڑپ پیدا کریں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ (تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں) تو بھائی ہونے کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اپنے بھائی کی عزت و آبرو، مال اور جان بچانے کے لیے ہر ممکن قربانی دی جائے نہ یہ کہ خود اس پر ڈاکہ ڈالا جائے۔ بھائی کے لیے اپنی خوشیوں اور اپنے مفاد کی قربانی دی جائے نہ یہ کہ اس کی راحتوں اور امنگوں کا خون کیا جائے۔ ایسے شخص کو بھائی کیسے کہا جائے گا جو اپنے بھائیوں سے فراڈ کرے انہیں دھوکہ دے اور ان کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھائے۔ جب ہم اپنے لیے عزت و وقار، سکھ اور چین کے طالب ہیں تو اپنے دوسرے بھائیوں کی عزت اور خوشحالی کے دشمن کیوں ہیں۔ اپنے مسلمان بھائی سے اپنے ساتھ جس طرح کے سلوک کے ہم طلبگار ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیتا ہے تو پھر دوسرے خاموش رہنے کی توقع کیونکر کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی کسی کو ناجائز اور بلاوجہ اینٹ مارے تو اسے پتھر کھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ برائی سے برائی جنم لیتی ہے اور اچھائی سے اچھائی کا پودا ثمر آور ہوتا ہے۔ جَو بو کر گندم کاٹنے کا تصور جنت الحمقاء میں بسنے والی بات نہیں تو اور کیا ہے۔ اپنے کسی بھائی کے ساتھ ظلم، ناانصافی اور زیادتی کر کے اس سے تعاون اور محبت ترک کرنے کا شکوہ کرنا ستم بالائے ستم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ وہ شخص مومن ہی نہیں جو اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ جو لوگ حرص و آز اور بغض و حسد کے تحت دوسروں کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اپنے تھوڑے سے ناجائز مفاد کے لیے دوسروں کی خوشیوں پر چھری چلا دیتے ہیں اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے کسی بے گناہ کا خون بہانے سے بھی نہیں چوکتے وہ اپنے مومن ہونے کا دعوےٰ کیسے کر سکتے ہیں۔ جب وہ اسلام کے ماننے والوں کی جان و آبرو کے ہی دشمن ہیں۔ اور خدائی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہی نہیں مخالفت کرتے ہیں تو اسلام کے بہی خواہ کیوں کر کہلا سکتے ہیں۔ لیکن آج دین اور دینداروں کے دشمن خود کو دین کا محافظ ظاہر کر رہے ہیں۔ ملک کے دشمنوں نے حب الوطنی پر اجارہ داری قائم کر لی ہے ـــــ رہزن رہبر بن بیٹھے ہیں۔ اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ غریب عوام کا خون چوسنے والے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

ہم سے جدا ہونے والوں نے دنیا سے مانگا، ہم صرف اپنے رب سے مانگتے ہیں

اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہماری کوششیں جاری رہیں گی

منکرین ختم نبوت کے مقابلہ کیلئے جمعیۃ علماء اسلام سے تعاون کیجئے

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ کا کراچی میں خطاب

رپورٹ: محمد جمیل خان

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔

محترم دوستو! یہ فتنوں کا دور ہے۔ اس دور میں ایمان کا بچانا بہت مشکل ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو گی اس کا ایمان بچ جائے گا۔ اس زمانہ میں بڑے بڑے لوگ بہک گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے اور خاتمہ ایمان پر کرے۔

الحمد للہ پاکستان میں جمعیۃ علماء اسلام ایک دینی جماعت ہے جس کا مقصد پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشش کرنا ہے۔ مجھے جب امیر اور مفتی محمود صاحب کو جماعت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ کہ اے اللہ تعالیٰ! افتراق اور تفرقہ کا دور ہے۔ شکاری کے شکار کرنے کا دور ہے۔ مجھے صحیح راستہ بتا ـــ خواب میں آیا کہ پریشان مت ہو، یہ صراط مستقیم والوں کی جماعت ہے اسی کے ساتھ لگے رہو۔

عید کے بعد سے بیمار تھا، کراچی ہوا بدلنے آیا، خیال تھا کہ حرم شریف جاؤں گا وہاں خدا تعالیٰ سے عزم و استقلال کی دعا مانگوں گا۔ پھر کام سہل ہو جائے گا۔ آج معلوم ہوا کہ کراچی جمعیۃ والے دفتر کا افتتاح کر رہے ہیں۔ سوچا کہ جا کر جگہ بھی دیکھوں گا اور دعا بھی کر دوں گا۔ لوگ پریشان ہیں کہ کمرے چھوٹے ہیں، پیسے اور فنڈ نہیں ہے کمرے چھوٹے ہونے سے پریشان نہ ہوں۔ جہاں دین کی بات ہوتی ہے کمرے بڑے ہو جاتے ہیں۔ اخلاص کام کے لیے شرط ہے، اخلاص سے کام کرو گے اللہ تعالیٰ امداد کرے گا۔ مہنگائی نے لوگوں کو پریشان کر دیا ہے۔ امیر اور غریب ہر ایک پریشان ہے، ہر چیز کے دام آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اصلی چیزیں نہیں ملتیں تھیں اب نقلی چیزیں بھی غائب ہو گئیں۔

پچھلے دنوں ہمارے علاقہ میں سیلاب آیا۔ کہیں سیلاب آیا، کہیں سیلاب لایا گیا۔ (یہ راز کی بات ہے) تو انگور ڈیڑھ روپے سیر اور پیاز پانچ روپے سیر پچھلے دنوں لاہور گیا، ڈالڈا گھی تو ملتا ہی نہیں تھا۔ مٹی کے تیل کے لیے لوگ صبح جاتے تھے تو بسا اوقات شام تک ایک بوتل بھی نہیں ملتی تھی۔ ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مہنگائی کے اس عذاب کو ختم کرے ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب حالت یہ ہے کہ دنیوی چیزیں بھی ایک اک کر کے جاتی رہیں اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاتا رہا۔ سنو! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا بزدل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہم بزدل ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ بزدلی سے بچائے۔ تم سب اگر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کام کرنا چاہتے ہو تو شیدائی بن کر کام کرو شیدائی بن کر اور اخلاص سے کام کرنے والے ذرا ہاتھ اٹھاؤ۔ (تمام لوگوں نے ہاتھ اٹھائے) سنو! ؎

کٹ کر گردنیں بٹ گئے یہ کربلا والے
کہ بندے کے آگے جھک نہیں سکتے خدا والے

بندے کے آگے جھکنے والے ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ بندے اور باطل کے سامنے نہ جھکنے والے ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔ ہمیں بھرتی کی ضرورت نہیں ہمیں دو مخلص کافی ہیں اگر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر کافروں کی آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے تو ختم نبوت کے شیدائیوں پر بھی ظالم کی آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔ امتحان کا زمانہ ہے۔ ہر ایک کا امتحان ہو رہا ہے۔ ہمارا بھی امتحان ہوا امتحان میں بعض ساتھی کامیاب ہوتے ہیں بعض ناکام ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بھی بعض ساتھی ناکام ہو گئے۔ اور ہوا کے رخ کے مطابق چلے گئے اور ہم سے جدا ہو گئے۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ جس خدا نے مجھے سیلاب کے دوران بیس دن تک مسجد خانپور میں بچائے رکھا وہ خدا ہمیں ساتھیوں کی جدائی کے بعد بھی بچا لے گا۔ ان ساتھیوں نے دنیا والوں سے کچھ لیا۔ ہم کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ ہم اپنے خدا سے لیں گے جو ہمیں لینا ہو گا۔

ہمارا نیشنل عوامی پارٹی سے اتحاد ہوا تھا صرف اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہوا تھا۔ وہ اب بھی قائم ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ جمعیۃ کا کوئی فرد باغی اور غدار نہیں اور نہ ہی پختونستان کا حامی ہے اور نہ ہی ہماری پالیسی پاکستان کی بقا کے خلاف ہے۔ اگر پاکستان کا کوئی دشمن پاکستان پر حملہ کرے گا تو جمعیۃ کا ہر فرد سرحد پر اس کی حفاظت کے لیے اپنا سینہ سپر ہو کر لڑے گا۔ ہم پاکستان کے دشمن نہیں۔ مرزائی سخت سازشیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے کلمہ شریف اور درود شریف بدلنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اس کے مقابلہ میں نوجوانو! ایک جماعت انجمن فدائیان ختم نبوت بناؤ اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔

مسلم سربراہ کانفرنس کے بارے میں فرمایا۔ حکومت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس کے مخالف ہیں۔ سنو! ہم اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی ہم مکمل حمایت کرتے ہیں، اس کی کامیابی کے لیے کوشاں ہیں اور اس اتحاد سے خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متحد کرے اور اسلامی نظام رائج کرے۔

اس کے بعد جناب مولانا حبیب اللہ صاحب (ساہیوال) نے لوگوں کے سامنے جمعیۃ علماء اسلام کا پروگرام پیش کیا اور ان کو جمعیۃ میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس کے بعد جمعیۃ کراچی غربی کے ناظم مولانا عبدالرزاق صاحب نے خطاب کیا اور مفتی محمود صاحب کے کارناموں کو بیان کیا جو انہوں نے اسمبلی کے اندر اور اسمبلی سے باہر سرانجام دیے۔ افتتاحی تقریب سے جمعیۃ طلبہ اسلام کے محمد جمیل خان نے بھی خطاب کیا اور جمعیۃ طلبہ اسلام کا پروگرام پیش کیا اور جمعیۃ علماء اسلام کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا اور اکابرین جمعیۃ حضرت مفتی صاحب اور درخواستی صاحب پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ آخر میں حضرت درخواستی نے دعا فرمائی۔

مفتی محمودؒ کی سیاست
نور الحق قریشی کے قلم سے
جمہوری مجلس عمل سے متحدہ جمہوری محاذ تک ۲۵ سالہ اہم سیاسی دستاویز
جمعیت علماء اسلام کا سیاسی کردار، مفتی صاحبؒ کی قیادت کے جاندار مظاہر
مفتی صاحب پر الزامات کی حقیقت، حمود الرحمن کمیشن کا بیان
مولانا ہزاروی کا سیاسی اتار چڑھاؤ، مسٹر بھٹو کا نفسیاتی مطالعہ اور
دیگر اہم عنوانات ـــــ صفحات ۲۲۵ قیمت ۱۶ روپے
ان شاء اللہ مارچ کے پہلے ہفتے منظر عام پر آ رہی ہے
شائع کردہ: مکتبہ احسان نزد چہلیک کچہری روڈ ملتان
فون ۴۴۹۲۱

ترتیب وتحریر :۔ عبد الرشید انصاری

ظالموں کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہیگا

غنڈہ گردی کو فروغ مل رہا ہے اور کسی کی عزت وآبرو محفوظ نہیں

مساجد اور دینی اداروں پر قبضہ کر کے ہمیں دبایا نہیں جا سکتا

قائد جمعیۃ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کی تقریر

- میں نے سودی رقمیں معاف کر کے کسانوں کو بلا سود قرضے جاری کیے
- میرے استعفٰے کے بعد گورنر اسلم خٹک نے سرکاری ملازمین کے لیے پاکستانی لباس کا حکم منسوخ کر دیا۔
- ذکر قرآن میں شراب کے حرام ہونے کا۔

۸ر فروری۔ جمعۃ المبارک کے روز مرکز اہل حق جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور میں نماز جمعہ کا اجتماع تاریخی اجتماع تھا میں تقریباً دو سال سے باقاعدگی کے ساتھ نماز جمعہ یہیں ادا کرتا ہوں۔ اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ کے اسی آستانہ فیض کے وابستگان وخادمان میں شامل ہوں اور اس پر مجھے فخر ہے یہ بڑائی یا شیخی نہیں تحدیث نعمت ہے۔ فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ :۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس عرصہ میں کسی جلسہ وتقریب کے موقع پر ایسا عظیم مجمع اسلام میں نے یہاں کبھی نہیں دیکھا۔ جامع مسجد شیرانوالہ کا وہ منبر و محراب جو انگریزی دور استبداد میں حریت وآزادی کے متوالوں کے لیے رشد وہدایت کی فکری وعملی قندیل تھا اور جہاں مرد حق آگاہ حضرت شیخ التفسیر نے چٹائی پر بیٹھ کر وقت کے ہر فرعون کو للکارا۔ یہاں پر آج بھی حق پرستی اور حق گوئی کا غلغلہ ہے۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم دام فیوضہم اپنے اسلاف کی روایات قائم رکھنے کے لیے شب وروز اور صبح وشام مصروف جدوجہد ہیں۔ آج اس منبر ومحراب سے اس شخصیت نے خطاب کرنا تھا جس نے بیسویں صدی میں دنیا پر یہ عملاً واضح کیا کہ اسلام قیامت تک کے لیے ہر قوم، ہر نسل اور ہر علاقہ کے لوگوں کے لیے لائق عمل خدائی نظام حیات ہے

اسلام ! ظلم واستحصال کے خاتمہ اور قیام عدل وانصاف کے لیے دنیا کے سب نظاموں سے بہتر قوانین اپنے پاس رکھتا ہے۔

اسلام ! انسانوں پر انسانوں کی خدائی قائم کرنے کا دشمن اور پوری نوع انسانی کو اس کا صحیح مقام عطا کرنا چاہتا ہے۔

نیز اس شخصیت نے پرستاران یورپ اور ثناخوان مغرب کا یہ کھوکھلا دعوٰے باطل کر دیا کہ علماء حکومت نہیں چلا سکتے یہ ہیں قائد جمعیت مولانا مفتی محمود جو شمال مغربی سرحدی صوبے میں تقریباً دس ماہ تک وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں اور ایک صدی بعد انہوں نے اپنے عہد حکومت میں دفتری بابوؤں کی پتلونیں اتروا کر انہیں پاکستانی لباس پہنایا، شراب فروشی اور شراب نوشی کو ممنوع قرار دیا۔ سودی کاروبار پر قدغن لگائی اور ایسے ہی کئی دوسرے اقدامات تھے جو ہماری وفاقی "عوامی حکومت کے لیے عزت کا مسئلہ بن گئے۔ وفاقی حکومت کے لیے صوبائی حکومت کی تقلید کرنا شاید اس کی عوامیت کے منافی تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ حضرت مفتی صاحب کی حکومت نے شراب کی بندش اور انگریزی کے بجائے اردو کو سرکاری زبان قرار دینے جیسے احکامات جاری کر کے وفاقی حکومت کے ساتھ ساتھ پنجاب اور سندھ کی "خالص عوامی" حکومتوں کے لیے بھی ایسی مشکلات پیدا کر دی تھیں جن سے نجات کے لیے ضروری تھا کہ سرحد گورنمنٹ کی اتباع کی جاتی اور ایسا کرنا عوامی قائدین کے عوامی مزاج اور عزت نفس کے خلاف تھا اور نہ کرنا عوامی اقتدار کی موت کو آواز دینے کے مترادف ا۔ چنانچہ نتیجتاً وفاقی حکومت الرجک ہوگئی۔ اور ان دنوں اخبارات میں کچھ اس طرح خبروں کی شہ سرخیاں چھپنے لگیں کہ "پنجاب میں بھی شراب پر پابندی عاید کر دی جائے گی ۔" اردو کو قومی زبان قرار دینے کی تجاویز مرتب کرنے کے لیے بورڈ قائم کیا جائے گا۔ سرحد اور بلوچستان کی حکومتیں مرکزی حکومت کی ہدایات پر عمل نہیں کرتیں۔ بلوچستان میں علیحدگی پسندوں میں اسلحہ تقسیم کیا جا رہا ہے۔ سرحد میں سمگلنگ بڑھتی جا رہی ہے۔ بہر حال اس الرجی میں اس وقت کے صدر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے آئین کا تقدس بالائے طاق رکھتے ہوئے بلوچستان کی نیپ جمعیۃ گورنمنٹ برطرف کر کے صوبے میں صدر راج نافذ کر دیا۔ مولانا مفتی محمود اس صریح ظلم وناانصافی پر احتجاجاً وزارت اعلیٰ سے مستعفی ہوگئے اور اس طرح انہوں نے مظلوموں کی حمایت اور ظالموں کی مخالفت میں مسند اقتدار چھوڑ کر بھی ایک اور ایسے باب کا اضافہ کر دیا جس کی نظیر ملکی تاریخ میں اس سے قبل (اور اس کے بعد تا حال) کہیں نہیں ملتی۔ اب باوجودیکہ حضرت مفتی صاحب سابق وزیر اعلیٰ ایم این اے اور ایک ملک گیر فعال سیاسی و دینی جماعت کے جنرل سیکرٹری ہیں، لیکن ریڈیو، ٹیلیویژن اور دوسرے قومی ذرائع ابلاغ ان کی تقاریر بیانات اور جلسوں میٹنگوں کی نشر واشاعت کھل کر نہیں کر سکتے۔ ہاں البتہ ان کے خلاف اگر کسی عوامی وزیر کو خواب بھی آجائے تو اس کی تشہیر ضرور ہوگی کیونکہ بہتوں کا اس سے بھلا ہوتا ہے بعض کی منازل ترقی طے ہو جاتی ہیں اور بعض کو قرب اقتدار نصیب ہوتا ہے۔

انہوں نے
پرستاران یورپ اور ثناخوان مغرب کا
یہ کھوکھلا دعوٰی باطل کر دیا کہ علماء
حکومت نہیں چلا سکتے

۸ر فروری کو حضرت مفتی صاحب کی لاہور میں تشریف آوری اور جامع مسجد شیرانوالہ میں خطبہ ارشاد فرمانے کی خبر ایک آدھ اخبار نے اندرونی صفحات پر شائع کی تھی وہ بھی ایک دو سطری۔ ایسی صورت میں کہ سرسری مطالعہ کرنے والوں اور عمائدین حکومت کی نظروں میں نہ آجائے۔ رہا پھر اہل لاہور کو حضرت مفتی صاحب کی آمد اور نماز جمعہ کے پروگرام سے مطلع کرنے کے لیے ایک روز قبل مقامی جمعیۃ نے اپنی بساط کے مطابق محدود تعداد میں ایک پوسٹر شائع کیا تھا اس کے علاوہ اشاعت وتشہیر کا کوئی اور ذریعہ اختیار نہیں کیا گیا تھا یا یوں بھی دوپہر ایک بجے تک ہزاروں مشتاقان دید مسجد میں جمع ہو چکے تھے ان لوگوں کو لاہور کی سیر کرانے کا چکمہ دے کر ٹرکوں میں بھر کر نہیں لایا گیا تھا۔ سوا ایک بج چکا تھا منبر کے سامنے ٹیپ ریکارڈوں کے سیٹ قطار در قطار پڑے تھے لوگوں کی نظریں بار بار دروازے کی جانب اٹھ رہی تھیں کہ دفعتاً مفتی اعظم زندہ باد، قائد جمعیۃ زندہ باد، اور نعرہ ہائے تکبیر سے فضا معمور ہوگئی۔ سب لوگ احتراماً اپنے محبوب قائد کو آتے ہوئے ایک نظر دیکھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوگئے جمعیۃ علماء اسلام لائلپور کے امیر مولانا عبد العلیم مدیر تبصرہ مرزا غلام نبی جانباز اور صاحبزادہ محمد اجمل بھی مفتی صاحب کے ساتھ تھے حضرت مفتی صاحب منبر پر بیٹھ گئے اور مدیر تبصرہ نے مائیک سنبھالا۔ انہوں نے مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک کی اس تحریک کے مسترد کیے جانے پر اظہار تاسف کیا جس میں سودی کاروبار پر پابندی عاید کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اس سلسلہ میں ان کی قرار داد پیش کی جس میں ان ممبران قومی اسمبلی کی شدید مذمت کی گئی تھی جنہوں نے اس دینی تحریک کی مخالفت میں ووٹ دیا اور قرار داد میں حضرت مولانا عبد الحق کے جذبہ اسلامی کو سراہا گیا۔ سامعین اپنے معزز مہمان اور محترم قائد کے ارشادات سننے کے لیے انتہائی بے قرار تھے اور

بعض نے تو اپنی بے قراری کا اظہار بھی کر دیا۔

مرزا جانباز صاحب کی قرارداد کے بعد حضرت مفتی صاحب نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور فرمایا :-

رشوت اور اقربا پروری نے خلوص کا جنازہ نکال دیا ہے

برادرانِ ملت ! بزرگانِ محترم ! اور میرے عزیز بھائیو ! آج کی ہماری یہ ملاقات مبارک دن میں، مبارک اجتماع میں اور مبارک جگہ پر اللہ کے گھر میں ہو رہی ہے۔ اس مبارک ملاقات کا شرف اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے۔ اس ملاقات میں دین کے متعلق اور موجودہ حالات و واقعات کے متعلق باتیں ہوں گی۔ جانباز صاحب نے صرف ایک خالص دینی قرارداد کے مسترد کیے جانے کا تذکرہ کیا ہے، حالانکہ اس وقت صرف ایک قرارداد نہیں بلکہ ہر صحیح اور سچی بات اور دین کی بات مسترد کی جا رہی ہے اور دین الٰہی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ آج پورا ملک اور ملک کا ہر باشعور محب وطن شہری پریشان ہے۔ آپ دنیا کے حالات بین الاقوامی حالات کے اعتبار سے دیکھیں، ملکی سیاسیات کا جائزہ لیں۔ معیشت و اقتصادیات اور معاشرتی پہلوؤں کے اعتبار سے دیکھیں تو بالآخر آپ پر واضح ہو جائے گا کہ موجودہ حکومت کی پالیسیاں قوم اور ملک کے لیے تباہ کن ثابت ہو رہی ہیں۔ اہل فکر و نظر سوچتے ہیں کہ برسر اقتدار طبقہ اگر اسی ڈگر پر چلتا رہا تو ملکی بقا و سلامتی کا کیا بنے گا اور غریب عوام کا کیا حشر ہوگا۔ لیکن ہمیں بتایا جاتا ہے کہ پاکستان کو موجودہ عہد حکومت میں ہی استحکام حاصل ہوا ہے۔ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم میں سے کسی جوان یا بوڑھے نے ہوشربا گرانی کے ایسے دن اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے کہ اشیاء صرف کی قیمتوں میں ایک اور سو کی نسبت سے اضافہ ہوا ہے پیاز جو دو روپے من تک کبھی فروخت ہوا کرتا تھا اس عہد حکومت میں دو سو روپے من بکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پیاز کی قیمت میں سو فی صد اضافہ ہوا ہے۔ یہ ایک پیاز ہی کی بات نہیں بلکہ تمام اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ غرباء اور مزدور محنت کش طبقہ سوچتا ہے کہ ضروریات زندگی گراں سے گراں تر ہوتی جا رہی ہیں اور دستیاب نہیں ہو رہیں۔ آخر اس اضطراب اور مشکلات بھری زندگی سے کیوں کر نجات حاصل کی جائے۔

میں نے گزشتہ دنوں وزیر اعظم سے ایک ملاقات میں کہا تھا کہ آخر آپ غریب عوام کو مہنگائی کے عذاب سے نجات دلانے کے لیے منافع خوروں کے خلاف اقدام کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا یہ مہنگائی تو انٹرنیشنل ہے ہم ساری دنیا کی مہنگائی کس طرح ختم کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا ہمارے ایک پڑوسی ملک افغانستان کے میوہ جات، فروٹ، سردے اور سیب پشاور اور کوئٹہ کے بازاروں میں ہمارے پیاز سے سستے فروخت ہوتے ہیں۔ افغانستان کے انار اور انگور ہمارے آلوؤں سے ارزاں بکتے ہیں حالانکہ ان پر کسٹم ڈیوٹی محصول اور کرایہ وغیرہ کا بار بھی پڑتا ہے۔ اگر مہنگائی انٹرنیشنل ہے تو پھر ایسا کیوں ہے؟

بھٹو صاحب کہنے لگے یہ لوگ سمگلنگ کرتے ہیں۔ میں نے کہا سمگلر ایک ملک سے سستا مال خرید کر دوسرے ملک اس لیے لے جاتا ہے کہ وہاں زیادہ پیسے کمائے جا سکیں اور مال مہنگے داموں فروخت ہو۔ تو کیا یہ ٹھیک نہیں کہ افغانستان میں فروٹ اور میوہ جات کی قیمتیں ہماری سبزیوں سے بھی کم ہیں تو وہ کہنے لگے دراصل انہیں فروٹ وغیرہ بھیجنے کے لیے اور کہیں کوئی منڈی نہیں ملتی۔ میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو پیاز برآمد کرنے کے لیے منڈیاں مل جائیں اور دوسروں کو سیب، انار اور سردے کے لیے بھی منڈی نہ ملے۔ رسل و رسائل کے اس ترقی یافتہ دور میں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

میرے دوستو! میں آپ کو کیا بتاؤں۔ موجودہ حکومت نے اگر کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے تو وہ یہ ہے کہ افراد قوم کا مزاج بدلا ہے آج نئی نسل کے ذہن اوباشی کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہیں غنڈہ گردی کو روز بروز فروغ حاصل ہو رہا ہے کسی شریف آدمی کی عزت، جان اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت نہیں، قانون و اخلاق کا احترام اور پاسداری ختم ہو گئی ہے۔ انسان کو مولی اور گاجر کی طرح کاٹ دیا جاتا ہے کسی اور طبقہ کی بات تو ایک طرف رہے آج سیاسی ورکروں اور سیاسی لیڈروں کے مزاج یکسر بدل گئے ہیں رشوت اور اقربا پروری نے مفاد پرستی کی خوب آبیاری کی ہے اور خلوص کا جنازہ نکال دیا ہے۔ سیاست دان مالی منفعت اور ذاتی مفاد کے لیے آئے دن وفاداریاں بدلتے اور پارٹیاں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ سیاست کو تجارت بنا لیا گیا ہے اور ملکی و ملی مفادات پس پشت ڈال دیئے گئے ہیں۔ آج دین کے ساتھ ایسا کھلا مذاق کیا جا رہا ہے جس کا اس سے قبل کبھی تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایوب خان کے عہد میں محکمہ اوقاف ایسی مساجد اور ایسے مذہبی ادارے اپنی تحویل میں لیا کرتا تھا جن کی آمدنی ان کے اخراجات سے کہیں زیادہ ہو۔ لیکن موجودہ حکومت ہر اس مسجد اور دینی ادارے پر قبضہ کیے جا رہی ہے جو اس کی فرمانبرداری نہ کرے اور اس مسجد کا خطیب یا ادارے کا مہتمم حکام کے ظلم و زیادتی اور برسر اقتدار طبقہ کی خلاف اسلام حرکات و اقدامات پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہو۔ محکمہ اوقاف سے آج پیپلز پارٹی سے تعلق نہ رکھنے والے علماء کو دبانے یا گونگے شیطانوں کا کردار ادا کرنے والے ضمیر فروشوں اور دین فروشوں کو سیاسی رشوت میں ملازمتیں عطا کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔

صدر بھٹو نے کہا: شراب پر پابندی عاید کر کے آپ نے پچاس لاکھ روپے کا خسارہ کیا ہے میں آپ کو کوئی امداد نہیں کروں گا

ہم نے ہر غلط بات کا منہ توڑ جواب دیا اور ہر موقعہ پر سچی بات کہی

ہمارے ہاں بنوں میں ایک بہت بڑے دینی مدرسے کی انتظامیہ کو حکومت نے نوٹس دیا کہ نو دن کے اندر اندر مدرسہ خالی کر دیا جائے۔ ہم نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا اور آج تک کسی کو مداخلت کی جرأت نہیں ہوئی۔ وجہ دراصل یہ تھی کہ اس مدرسے کے مہتمم مولانا صدر الشہید ہیں جو قومی اسمبلی کے رکن ہیں اور جمعیت علماء اسلام کے سرکردہ لیڈر ہیں۔

وہ لوگ جو اقتدار کے نشہ میں دھت ہیں۔ میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں اور ان کے دماغوں کے خانے کھولنا چاہتا ہوں کہ دین اور اہل دین کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ اقتدار ختم ہو جانے والی چیز ہے۔ خدا کا دین قیامت تک باقی رہے گا۔ مسجدیں اور مدرسوں کی عمارتوں پر تم قبضہ کر لو حق بات کہنے والے اور دین پڑھانے والے درختوں کے سایے تلے چٹائیوں پر بیٹھ کر اشاعت و تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔ اور یاد رکھو کہ ہم ان غریب مسلمانوں کے جذبات مجروح نہیں کریں گے اور ان کی امنگوں کا خون نہیں کریں گے جنہوں نے ہم پر اعتماد کیا ہے جنہوں نے دنیا پرستوں اور سرمایہ داروں کے بجائے ہمیں ووٹ دیا ہے ہم قوم کے سروں کا سودا نہیں کریں گے زمین و آسمان کا درمیانی خلا سونے چاندی سے بھر کر بھی ہمارے ضمیر خریدے نہیں جا سکتے۔ ہم حق پر ہیں، ہم مظلوم ہیں۔ حق کے لیے ظلم کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہے گا۔ یہ ظالم اور مظلوم کی جنگ ہے۔ یہ حق اور باطل کی جنگ ہے۔ میں پنجاب کے ان سیاسی ورکروں، مجاہدوں کو سلام کرتا ہوں جن پر گزشتہ تحریک میں جیلوں میں شرمناک مظالم ڈھائے گئے ہیں اور انہوں نے صداقت و انصاف کے لیے عزت و آبرو کی قربانیاں پیش کیں میں انتہائی نیازمندی کے ساتھ اپنے ان مظلوم ساتھیوں کے لیے دعا گو ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ابھی میں اسی مجمع میں ان لوگوں میں سے کسی کو کھڑا کر دوں اور وہ بیان کرے کہ اس پر موجودہ حکومت کے کارپردازوں نے کیا مظالم توڑے اور کیسا سلوک کیا ہے تو وہ مجسمہ مظلومی ہوگا۔ اور ایسے واقعات تم کو سنائے گا کہ ان کی مثال آپ کو دور غلامی کی تاریخ میں بھی نہ ملے گی۔

حضرات گرامی! ہم پاکستان میں اسلامی تہذیب لانا چاہتے ہیں اور موجودہ حکومت فرنگی تہذیب کو فروغ دے رہی ہے۔ قومی اسمبلی میں مولانا عبدالحق نے ایک نہیں کئی قراردادیں پیش کیں انہوں نے فحاشی، عریانی، رقص و سرود اور خلاف اسلام لٹریچر کی اشاعت و درآمد پر پابندی عاید کرنے اور سودی کاروبار ختم کرنے کی تحریکیں پیش کیں۔ جو ووٹوں کی اکثریت سے مسترد کر دی گئیں یا خلاف ضابطہ قرار دے دی گئیں۔ بلاشبہ ایسی باتوں کی مخالفت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مقابلہ میں یورپی تہذیب و معاشرت یا کسی اور نظام کو محبوب رکھتے ہوں۔

بینکنگ کا سودی نظام، سرمایہ دارانہ استحصال کو جنم دیتا ہے۔ اسلام نے سود کا لینا اور دینا حرام قرار دیا ہے۔ کسی مسلمان کو سودی کاروبار کی اجازت نہیں ہے اور جو باز نہ آئیں ان سے قرآن نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان کر دیا ہے :-

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ۔

میں نے صوبہ سرحد میں اپنی حکومت کے دوران بلاسود کاروبار کا قانون بنایا تھا اور کسانوں کو بلاسود تقاوی قرضے دیئے تھے۔

مجھے علم غیب نہیں ہے

قائد جمعیۃ حکومت کی غیر اسلامی پالیسیوں پر تنقید کر رہے تھے کہ مجمع میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر سوال کیا۔ موچی دروازہ کے ایک جلسہ عام میں آپ نے الیکشن سے پہلے ایک دفعہ کہا تھا کہ بھٹو مودودی صاحب سے ہزار درجے بہتر ہے آج آپ اس کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ بعض لوگوں نے اس پر "بیٹھ جاؤ" کی آواز دی۔ لیکن حضرت مفتی صاحب نے اس نوجوان کی جرأت کو داد دی اور فرمایا۔ میں ان کی قدر کرتا ہوں وہ بھی ہمارا بھائی ہے۔ بعض لوگوں کی حقیقت ذرا بعد میں کھلتی ہے مجھے علم غیب نہیں ہے چنانچہ ان کے بارے میں ہماری رائے جلد ہی بدل گئی۔ میں نے گذشتہ الیکشن ہی میں ڈیرہ اسماعیل خاں کی سیٹ پر بھٹو صاحب کا مقابلہ کیا اور انھیں شکست دی اگر میں انھیں حق پر سمجھتا تو ان کے مقابلہ میں الیکشن نہ لڑتا۔

اور لوگوں کو سود کی وہ رقمیں معاف کر دی تھیں جو اصل رقوم سے کئی گنا متجاوز ہو چکی تھیں اور لوگ ادا ہی نہیں کر سکتے تھے۔ میرے استعفےٰ کے بعد گورنر اسلم خٹک نے ایک ہفتہ کے اندر اندر دوبارہ ان رقموں پر بھی سود لگا دیا جو میں نے معاف کر دیا تھا۔

وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھانے کے بعد سب سے پہلے میں نے شراب پر پابندی کا حکم نافذ کیا تھا اس وقت کے صدر اور موجودہ وزیر اعظم نے کوئٹہ کی ایک میٹنگ میں مجھ سے کہا آپ نے اپنے صوبے میں شراب پر پابندی کیوں لگائی ہے؟ میں نے کہا حرام ہے اس لیے۔ انہوں نے کہا کہاں حرام ہے؟ میں نے کہا قرآن میں حکم ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ
وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰،۵)

اس آیت میں شراب کو عمل شیطان اور پلید قرار دیا گیا ہے۔ بھٹو صاحب نے کہا اس میں تو شراب کو پلید بتایا گیا ہے۔ حرام تو نہیں کہا گیا۔ میں نے کہا ہر پلید شے حرام ہوتی ہے اور ہر حرام چیز کے لیے ضروری نہیں کہ وہ پلید اور ناپاک بھی ہو۔ چوری اور ڈاکے کا مال حرام ہے پلید نہیں کہ ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے تو اسے دھویا جائے جس چیز کے بارے میں پلید ہونے کا حکم آگیا ہے وہ حرام ہے ضروری نہیں کہ قرآن مجید اس کے لیے لفظ "حرام" ہی استعمال کرے اگر لفظ "حرام" کی قید لگائی جائے تو زنا کے بارے میں قرآن مجید میں یہ لفظ نہیں ملے گا۔ کہنے لگے چلو فرض کر لیا شراب حرام ہے لیکن اس کے لیے آپ نے سزا کیوں مقرر کی ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں! البتہ کرنے والا ہوں یہ کہ تعزیر ہے چھ ماہ قید اور پانچ سو روپے جرمانہ۔

تو پھر سزا کیا ہوگی۔ انہوں نے کہا..... اسی کوڑے۔ میں نے جواب دیا۔

بھٹو صاحب نے کہا آپ نے شراب پر پابندی لگا کر اپنے صوبے کا پچاس لاکھ روپے ٹیکس کا خسارہ کیا ہے میں اس میں تمہاری کوئی امداد نہیں کروں گا۔ میں نے اسی وقت ان سے کہا حلال پانی پلانے میں ہماری مدد کرو ہمیں حرام نہ پلاؤ۔ صوبہ سرحد میں ایسے پسماندہ اور دور افتادہ علاقے موجود ہیں جہاں کے باشندے آج بھی پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں اور دس دس میل سے عورتیں اور مرد پانی اٹھا کر لاتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ملک کا ایک طبقہ شرابوں سے نہاتا ہے۔ ہم اس طبقہ کو برداشت نہیں کریں گے۔ اور ان کا تسلط کبھی قبول نہیں کریں گے۔ ہم نے ہر غلط بات کو ٹھکرا دیا اور اس کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور اپنی ہر صحیح بات منوائی ہے پھر بعد میں مرکزی گورنمنٹ کی طرف سے مجھے ایک چٹھی موصول ہوئی کہ خارجہ پالیسی مرکز کے پاس ہے اور آپ نے صوبے میں شراب کی بندش کا قانون نافذ کر کے خارجہ پالیسی میں مداخلت کی ہے۔ باہر سے ہمارے مہمان آتے ہیں وہ درہ خیبر دیکھنا چاہتے ہیں اور صوبہ سرحد کے تاریخی مقامات کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ کے ہاں شراب نہیں ملتی اس لیے وہ اس طرف نہیں جا سکتے۔

میں ایک ہی قوم میں برتری اور کمتری کا فرق مٹا دینا چاہتا ہوں

میں نے جواب لکھا کہ باہر سے آنے والے غیر مسلم مہمان پنجاب سے یا اپنے ملک سے اپنے لیے شراب موٹروں میں ساتھ لے آئیں یہاں ہم انہیں شراب پیش نہیں کریں گے اور نہ کوئی دکان کھولنے دیں گے اور نہ ہی اس صوبے میں رہنے والے مقامی غیر مسلموں کو شراب نوشی کی اجازت ہوگی۔

ہم پاکستان میں اسلامی تہذیب لانا چاہتے ہیں، اور موجودہ حکومت فرنگی تہذیب کو فروغ دے رہی ہے۔

آخر بھٹو صاحب نے مجھے لکھ بھیجا کہ آخر کار بعض ایسے مریض بھی تو ہوتے ہیں جن کے علاج اور صحت کے لیے شراب کا استعمال ضروری ہوتا ہے ان کے لیے دو چار دکانیں صوبے میں کھول دی جائیں تاکہ وہ ڈاکٹروں سے اجازت نامے کر وہاں سے شراب حاصل کر سکیں۔

ڈاکٹروں کے بورڈ نے متفقہ رپورٹ دی کہ ایسی کوئی بیماری نہیں جسکا علاج شراب کے سوا کسی اور دوائی سے نہ ہوسکتا ہو

اس پر میں نے صوبے کے تین ماہر ترین ڈاکٹروں کا بورڈ قائم کیا اور ان سے کہا کہ ان امراض کی فہرست مرتب کی جائے کہ جن کا علاج صرف شراب سے ہی ممکن ہے۔ ڈاکٹروں کے اس بورڈ نے متفقہ رپورٹ دی کہ ایسی کوئی مرض ہے ہی نہیں کہ جس کا علاج شراب کے علاوہ کسی اور دوائی سے ممکن نہ ہو۔ میں نے ڈاکٹروں کی وہ رپورٹ بھٹو صاحب کو جوابًا ارسال کر دی تھی۔ آپ یقین فرمائیں یہ بالکل صحیح واقعات ہیں۔ میں منبر رسول پر بیٹھ کر ذمہ داری کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔

میں نے ایک آرڈر کے ذریعے سرکاری ملازمین کے لیے قمیص شلوار کا پہننا لازمی قرار دیا تھا اور سردیوں میں کوٹ بھی اوپر سے پہنا جا سکتا تھا۔

برتری اور کمتری کا فرق ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یورپی لباس پہن کر جب کوئی سرکاری ملازم دفتر میں کرسی پر جا کر بیٹھتا ہے تو اس کے ذہن پر ایک خاص قسم کی رعونت اور دوسروں پر برتری کا بھوت سوار ہو جاتا ہے اور وہ غریب لوگوں کے لیے مصیبت بن جاتا ہے عام آدمی کسی افسر کے سامنے کھل کر بات نہیں کرتا۔ آپ یقین کریں کہ تبدیلی لباس کا قانون نافذ ہونے کے بعد مفلس و غریب لوگ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سرکاری دفاتر میں بڑے بڑے افسروں کے سامنے اپنی درخواستیں پیش کیا کرتے تھے۔

میرے بعد گورنر اسلم خٹک نے ایک حکم کے ذریعے یہ قانون بھی منسوخ کر دیا ہے اگر کبھی آپ خود جا کر دیکھیں کہ سرکاری دفاتر میں اب وہاں کیا صورت حال ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک آرڈر کے ذریعے سرکاری دفاتر کے انگریزی میں لکھے ہوئے بورڈ اور تختیاں بھی اتروا دی تھیں اور اردو کو صوبے کی سرکاری زبان قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ دفاتر کے بورڈ اور تختیاں اردو یا پشتو میں لکھی جائیں (کیونکہ صوبہ سرحد کی علاقائی زبان پشتو ہے) میں نے رمضان المبارک میں پورا مہینہ افطار کے بعد سے تین گھنٹہ رات تک سینما گھروں کو بند رکھوایا تھا اور برسر عام کھانے پینے والوں کے لیے تین ماہ قید اور پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا مقرر کی تھی خواہ وہ مسافر یا مریض ہی کیوں نہ ہوں اس لیے کہ انہیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر مسلمان حکومت میں روزے کا احترام ان کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔ یہ قانون تو اب بھی موجود ہے لیکن رمضان المبارک میں آپ خود وہاں گئے ہوں گے تو دیکھ لیا ہوگا کہ اس پر عمل کتنا ہوتا ہے۔

برادران محترم: ایسے ہی واقعات تھے جو موجودہ برسر اقتدار طبقہ کے لیے ناقابل تائید و تسلیم تھے ہم ان کے مقابلہ میں خود کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنے صحیح موقف پر ہمیشہ قائم رہیں گے کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے، کوئی ہمارے ساتھ چلے یا نہ چلے ہمیں اس کی قطعًا پروا نہیں ہے۔

میں آپ کے سامنے اتنی باتیں نہ کہتا لیکن کیا کیا جائے کہ آپ تک صحیح بات پہنچانے کے تمام راستے بند ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر برسر اقتدار پارٹی نے اجارہ داری قائم کر لی ہے۔ پریس کا گلا گھونٹ

تاریخ حریت کا ایک گمشدہ ورق

آزادی ہند کی عالمی تحریک ریشمی رومال

مقاصد
پس منظر
مراکز

ضیاء الرحمٰن فاروقی کہروڑ پکا

ہندوستان جب سولھویں اور سترھویں صدی میں آسمانِ سیاست پر درخشاں آفتاب بن کر چمک رہا تھا اس زمانہ میں یورپین قومیں تجارت کی غرض سے ہندوستان آئیں۔ ان اقوام کی آمد کیسے، کیوں اور کس راستے سے ہوئی یہاں اس سے بحث نہیں بلکہ اس سے چند صفحات آگے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کی آمد کے بعد ہندوستان کی سیاست کن خطرات سے دوچار ہوئی، اسے کن حوادثات کا سامنا ہوا ان کی جفاؤں کے مقابلے کے لیے کن مقتدر ہستیوں نے گوشہ نشینی کی زندگی کو خیرباد کہا۔ حصولِ آزادی کی خاطر کتنے احباب زنداں کا زینہ اور مقتل کی سجاوٹ بنے۔

بالآخر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کی نیتیں فاسد اور ارادے خبیث ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ۱۷۵۷ء میں نواب سراج الدولہ آف بنگال پر حملہ کر دیا اور اس کے ارکانِ دولت میں میر جعفر اور امی چند دو وزیروں کی غداری کی وجہ سے فتح پائی۔ چنانچہ ہندوستان کی حکومت میں ان کا اثر و رسوخ ایسا بڑھا کہ ۱۸۰۳ء تک پورے ملک کے اکثر حصہ میں ان کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اس اثنا میں اس قدر جرأت ہوئی کہ بادشاہ دہلی سے جبراً اپنی حکومت پر دستخط کرا کر ملک میں اعلان کرا دیا کہ "خلقت خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکومت کمپنی بہادر کی"۔

ان معاملات کو علماء کرام دیکھتے تھے۔ اور دل ہی دل میں کڑھتے تھے مگر سرکارِ برطانیہ کی عظیم قوتِ ملکی اور حکومت کی پشت پناہی کے باعث کیا کر سکتے تھے۔ آخر کار حکام سلطنت کی غفلت، بے پرواہی، بے وفائی، بزدلی اور اربابِ اقتدار کے باہمی نفاق کے مظاہروں نے مجبور کر دیا کہ عام مسلمانوں کو متنبہ کیا جائے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ نے آزادی کے متعلق فتوے دے دیا۔ اور عام مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد کا فریضہ سمجھایا۔ اہل علم میں یہ تحریک انقلاب شروع ہوئی اور تقریباً بیس برس کے عرصہ میں تمام ہندوستان میں شعلہ جوالہ بن کر یہ تحریک پھیل گئی۔ اس وقت اس کا مکمل نظام اور مکمل قوت قائم ہو گئی۔ ۱۸۲۲ء میں مغربی سرحد پر اس تحریک کی عملی کارروائی جاری رہی۔ جس میں مولانا جعفر تھانیسری اور دوسرے علماء کرام نے بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ بالآخر یہ لوگ سامراج کے ناقابلِ بیان ظلم کا نشانہ بنے۔ زنجیروں میں جکڑے گئے۔ طوق پہنائے گئے، مشقتوں میں ڈالے گئے، پنجروں میں بند کیے گئے مگر ان کی ثابت قدمی میں کوئی فرق نہ آیا۔ چنانچہ ان کو پھانسی کا حکم ہوا۔ لیکن ان حضرات کی اس شہادت پر خوشی کے باعث یہ حکم کالا پانی بھیجے جانے میں بدل دیا گیا۔ اس کے بعد انگریزی چال بازیوں اور غداریوں کی وجہ سے ۱۸۳۱ء میں یہ تحریک تقریباً فیل ہو گئی اس کے بعد انگریز کے ظلم و ستم اور ملکی معاشی بدحالی کے باعث پورے ملک میں انگریز کے خلاف تحریک کا آغاز ہوا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں ہندو مسلمانوں نے مل کر اور اس کے بعد انگریز سے آزادی کی جنگ لڑی۔ غداریوں کے باعث اس جنگ میں بھی ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد علماء اور مسلمانوں پر دردناک مظالم ڈھائے گئے۔ ہر قسم کی تکلیف سے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی۔ ایک ایک دن میں سینکڑوں علماء پھانسی پر چڑھائے گئے۔ مسلمانوں کو تانبے سے داغا گیا۔ علماء کو سؤر کی کھالوں میں سی کر جلتے تنوروں میں پھینکا گیا۔

غرض مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ہر ظلم روا رکھا گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حافظ محمد ضامن شہید اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے شاملی کے محاذ پر نمایاں کردار ادا کیا۔ علماء پر آئے دن کے مظالم کے باعث ۱۸۶۶ء میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی نے بستی دیوبند میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ سے ایک طالب علم محمود حسن پیدا ہوئے۔ آپ ابتدا ہی سے نہایت ذہین اور ذی استعداد سمجھے جاتے تھے۔ تاریخ ہند کی اس دکھی داستان سے ان کے دل میں انگریزی ظلم کے خاتمہ کا جذبہ نہایت ناگزیر ہو چکا تھا۔ ان کی طبیعت میں انسانی غیرت وطنی محبت اور قومی ہمدردی کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ سامراج کے شرمناک مظالم وحشت و بربریت اور لوٹ کھسوٹ کے باعث ان کے جذبات و احساسات میں آئے دن نئی بھڑک پیدا ہوتی چلی گئی۔ انہی دنوں بیرونِ ہند بلقان اور طرابلس کے دلگداز مظالم کا واقعہ پیش آیا۔ ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد مولانا محمود حسنؒ عواقب و نتائج سے بے خبر ہو کر میدانِ انقلاب میں سربکف اور کفن بدوش ہو کر نکل آئے اور آپ نے پوری دنیا سے انگریزی استعماریت کے خاتمہ کا تہیہ کر لیا۔ اس وقت زمانہ کی تاریکیاں، موسم کی کالی کالی گھٹائیں، احوال کی نزاکتیں، اہل ہند بالخصوص مسلمانوں کی ناگفتہ بہ کمزوریاں رکاوٹ بن کر سامنے آئیں اور آپ کا کچھ عرصہ غور و خوض میں گزرا۔ مگر چونکہ پانی سر سے گزر چکا تھا۔ اس لیے صرف قادرِ مطلق پر بھروسہ کر کے آپ نے کام شروع کر دیا۔ آپ ہمیشہ فرماتے تھے۔ "مشہور مولویوں اور پیروں سے امید نہ رکھنی چاہیے اس لیے کہ یہ لوگ وقت پر ساتھ نہیں دیتے۔" اس لیے آپ نے ابتداءً اپنے مخصوص تلامذہ کو ہم خیال بنانا شروع کیا اور خفیہ طور پر اس تحریک کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ اس اثنا میں آپ نے پنجاب، سرحد اور دوسرے صوبوں میں مقیم اپنے خاص خاص شاگردوں کو تحریک کا ممبر بنایا۔ اس وقت مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر انصاری اس تحریک کے ممبر بن گئے۔

اس دوران شیخ الہند نے مولانا عبید اللہ سندھی کو بار بار یاغستان (آزاد قبائل کا علاقہ) بھیجا۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم کر کے قبائل کے سرداروں کو ہم خیال بنایا جائے۔ اس تحریک کے لیے مولانا عبید اللہ سندھی کا نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کو چھوڑنا، ہجرت کابل، سیاحت روس اور انقرہ (انگورہ ترکی) پہنچنا، افغانستان میں خوانین سے ملاقاتیں کر کے مراکز قائم کرنا، افغان سردار نائب السلطنت اور نصر اللہ خان کو ہم خیال بنانا، امیر حبیب اللہ خان کو مانوس کرنا، ہندوستان کے محب وطن اور حریت پسند سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کرنا، مشن کے ہندو اور دوسرے غیر مسلم لیڈروں سے بات چیت کرنا، تقاضائے وقت کے پیش نظر ہندو مسلم اتحاد پر زور دینا، استنبول میں اعلیٰ حکام سے مذاکرات کرنا، جرمن ممبروں سے رہنمائی حاصل کرنا، حکومت موقتہ ہند (عارضی حکومت) قائم کرنا، تحریک میں روسی مشن کی شمولیت، علاوہ ازیں شیخ الہند کا حجاز روانہ ہونا، انور پاشا سے خفیہ تحریرات و وثائق حاصل کرنا، بمبئی بندرگاہ پر دستاویزات پر چھاپہ پڑنا، بالآخر شیخ الہند کو چار سال کے لیے مالٹا میں نظربندی کے مصائب جھیلنا، ایسے امور ہیں۔ جن کی تفصیل کے لیے ایک تفصیلی کتاب کی ترتیب راقم کے پیش نظر ہے۔ ان مندرجات سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس عالمگیر تحریک کا پس منظر کیا ہے، اس کے مقاصد میں کیسے طریقے شامل تھے کہ جن کے ذریعے یہ حضرات ہندوستان سے سامراجی استبداد کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

فتوحات

عہدِ فاروقی پر ایک نظر

اشفاق احمد ہاشمی مظفر آباد

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ساڑھے دس برس کا دورِ خلافت تاریخ اسلام کا زریں باب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدین عرب اور مدعیانِ نبوت کا خاتمہ ہو کر فتوحات ملکی کا آغاز ہو چکا تھا۔ مختلف اضلاع میں فوجیں پھیلی ہوئی تھیں لیکن ان مہمات کا آغاز ہی تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا اور عنانِ خلافت حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں لی تو سب سے ضروری کام ان ہی مہمات کا انجام دینا تھا۔ سب سے پہلے آپ نے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ اور ابوعبید کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ پھر مثنیٰ کی قیادت میں دوبارہ جنگ ہوئی جس میں کسریٰ کی فوج کو عبرتناک شکست ہوئی اور عراق کے بیشتر حصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا لیکن یزدگرد کی تخت نشینی کے باعث عراق کا بیشتر علاقہ باغی ہو گیا حضرت عمرؓ نے ایک بہت بڑی فوج تیار کی جس کی سپہ سالاری پر سعد بن ابی وقاص کو مقرر کیا لیکن خود بھی پوری نگرانی کرتے رہے۔ قادسیہ کے مقام پر مسلمانوں اور فارسیوں کی وہ تاریخی لڑائی ہوئی جس نے ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ کی تفسیر و تعبیر کر دی۔ مسلمانوں نے دجلہ کو گھوڑوں پر عبور کیا اور مدائن کو مسخر کرنے کے بعد جلولا کے مقام پر آخری لڑائی ہوئی اور مسلمان پورے عراق پر قابض ہو گئے۔

شام کے محاذ پر رومیوں کے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید تھے انہوں نے دمشق اور حمص کو مسخر کر لیا۔۔۔۔ رومی شکست کھا کر انطاکیہ میں قیصر روم کے پاس فریاد کرنے لگے چنانچہ قیصر نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ جس کی تعداد دو لاکھ تھی مسلمان مقابلے میں ۳۵، ۳۶ ہزار تھے۔ حضرت خالد نے انتہائی کامیابی سے یرموک کے مقام پر ان کو لڑایا کہ رومیوں کو شکست فاش ہوئی — ابوعبیدہ (جو سپہ سالار مقرر کر دیے گئے) نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمرؓ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور صلحنامہ لکھ دیا۔ مسلمان جزیرہ خوزستان کو فتح کرتے ہوئے نہاوند کے مقام پر آ پہنچے اور یہاں ایرانیوں کو آخری شکست دی اور ایران پر عام لشکر کشی کا حکم دیا اس طرح مصر اور اسکندریہ کا علاقہ حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوا۔ غرضیکہ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ اس میں شام، مصر، جزیرہ، خوزستان، عراق عجم، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور بلوچستان کا کچھ حصہ شامل تھا۔

فتوحات کے اسباب

یورپین مؤرخین کی رائے میں

- یورپین مؤرخین کی رائے میں مسلمان جب روم اور فارس سے نبرد آزما ہونے کے لیے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلے تو فارس و روم کی سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں۔ فارس میں خسرو پرویز کے بعد نظام مملکت درہم برہم ہو گیا تھا۔ ارکان و عمائد سلطنت سازشوں میں مصروف تھے اور تین چار سال کے قلیل عرصہ میں چھ سات فرمانروا آ جا چکے تھے۔
- نوشیرواں سے کچھ پہلے مزدکیہ فرقہ کا بہت زور تھا۔ اور یہ لوگ الحاد و زندقہ کی طرف مائل تھے۔ نوشیرواں نے انہیں تلوار کے زور سے دبا دیا تھا لیکن مسلمانوں نے جب فارس میں قدم رکھا تو اس فرقے نے مسلمانوں کو اپنا پشت پناہ سمجھا کیونکہ مسلمان کسی کے مذہب میں دراندازی نہیں کرتے تھے۔
- عیسائیوں کا فرقہ نسطورین جسے کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ اسلام کے سایہ میں آ کر ظلم و ستم سے مصئون ہو گیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو دو بڑے فرقوں کی حمایت حاصل ہو گئی۔
- روم کی سلطنت بھی کمزور ہو چکی تھی اور عیسائیوں کے باہمی اختلاف بہت زور پر تھے۔ چونکہ مذہب کو نظام مملکت میں دخل تھا۔ لہٰذا مذہبی اختلافات کا کا اثر حکومت پر پڑا اور حکومت بھی اختلاف کا شکار ہو کر کمزور ہو گئی۔

یورپین مؤرخین کی رائے کی غلطی

- یورپین مؤرخین کے بیانات اگرچہ معلومات افزا ہیں لیکن سراسر مؤرخانہ تلبیس پر مشتمل ہیں گو فارس و روم کی سلطنتیں اپنے اصلی عروج پر نہ تھیں لیکن سروسامان کی بہتات، آلات جنگ کے تنوع، رسد کی فراوانی اور فوجوں کی کثرت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ خزانہ بھرا ہوا تھا اور پھر انہیں محض دفاع کرنا تھا اور وہ بھی ایسی فوج کا جو بے سروسامان تھی۔ یزدگرد کے تخت نشین ہوتے ہی نئے سرے سے ٹھاٹھ قائم ہو جانا ہمارے قول پر دلیل ہے۔ خسرو کو مرے ہوئے ۳، ۴ سال ہوتے تھے جن میں اتنی بڑی سلطنت کو کوئی بڑا فرق نہیں پڑتا۔ خسرو کا دور جو کہ ایران کے عروج کا دور ہے اس کی وفات اور مسلمانوں کے حملوں کے آغاز کے درمیان ۳-۴ سال کا وقفہ ہے اور اتنی قلیل مدت کسی بڑی سلطنت کو کمزور نہیں کر سکتی)
- اگرچہ مزدکیہ فرقہ موجود تھا اور عیسائیوں کا بھی ایک فرقہ تھا۔ لیکن تاریخ میں ان کی کسی اعانت کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی انگریز مورخین نے کسی واقعہ کا ذکر کیا ہے۔
- روم کے کمزور ہونے کی بات یہ بھی غلط ہے کیونکہ مسلمانوں کے حملے سے کچھ پہلے قیصر روم نے فارس کی عظیم سلطنت پر حملہ کیا اور اصفہان تک پہنچ گیا۔ شام کے صوبے واپس لے لیے۔
- ان کے مقابلے میں عرب کی تمام فوجیں جو مصر، ایران، روم کی جنگ میں مصروف تھیں ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تک کبھی نہیں پہنچی۔ فنونِ حرب سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ فقط یرموک کی جنگ میں عربوں نے تعبیہ کے انداز پر صف آرائی کی۔ ان کی زرہ چمڑے کی، رکاب لکڑی کے اور تیر تکلوں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہوتے بلکہ مقابل ہر طرح کے سامانِ جنگ سے لیس اور فنونِ حرب کے ماہر تھے۔

فتوحات کے اصلی اسباب

۱۔ مسلمانوں میں حضورؐ کی تعلیمات کے باعث جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی، ہمت اور دلیری پیدا ہو گئی تھی جسے حضرت عمرؓ نے اور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا حتیٰ کہ روم و فارس کی سلطنتیں عین عروج میں بھی ان سے ٹکر نہ لے سکیں۔

۲۔ راست بازی و دیانت داری۔ مسلمان اخلاقی اعتبار سے دنیا کی دوسری فاتح اقوام سے بہت بلند تھے۔ یرموک کے معرکے میں مسلمان جب شام کے علاقے سے نکلے اور دمشق وغیرہ جنگی پالیسی کی وجہ سے خالی کر دیے تو جزیہ — ایک ایک پائی واپس کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے عبادت خانوں میں مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے لیے دعائیں مانگیں اور دوبارہ ان علاقوں پر قبضہ کی دعا کی۔ یہ تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے۔

۳۔ شام اور مصر پر رومیوں کا قبضہ غاصبانہ تھا۔ عوام حکومت کے ساتھ نہیں تھے۔ جب سلطنت کا زور مسلمانوں نے توڑ دیا تو رعایا کی طرف سے مزاحمت نہیں ہوئی۔ فارس میں عام رعایا حکومت کے ٹیکسوں اور ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے بلند اخلاق اور اعلیٰ نظام کا معائنہ کیا تو مسلمانوں کے گرویدہ ہو گئے۔

۴۔ مسلمانوں نے اوّل اوّل شام اور عراق پر حملہ کیا۔ ان علاقوں کے حاکم اگرچہ قیصر و کسریٰ کے باج گزار تھے اور عیسائی ہونے کے باعث شروع میں مقابلہ کیا لیکن عرب قومیت کا جذبہ رائیگاں نہیں گیا۔ عراق اور شام کے رؤسا مسلمان ہو کر مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے۔

۵ - مسلمانوں کے پیش نظر جوع الارض اور ہوس ملک گیری نہیں تھی۔ انہوں نے سکندر و چنگیز کی طرح انسانوں کا قتل عام نہیں کیا بلکہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتے تھے اور ان کی یہ لڑائی بھی مندرجہ ذیل چند اخلاقی پابندیوں کے تابع ہوتی تھی :۔

۱ - عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور احبار و رہبان کو قتل نہ کیا جائے۔

۲ - کسی کو مثلہ نہ بنایا جائے۔

۳ - کسی کو زندہ نہ جلایا جائے اور نہ ہی مویشی، باغات، مکانات اور شہر جلائے جائیں۔

۴ - فقط اسی شخص کو قتل کیا جائے جو میدان جنگ میں مقابل ہو کر آئے۔

۵ - جسے قتل کیا جائے اسے کم سے کم ایذا دی جائے۔

۶ - جو لوگ مطیع ہو کر باغی ہو جاتے ان سے دوبارہ اقرار لے کر چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک عربوس والے تین تین دفعہ اقرار کر کے پھر گئے آخر الامر انہیں جلا وطن کیا گیا لیکن ان کی جائدادوں کی پوری قیمت ادا کی گئی اور انہیں سفر کی تمام سہولتیں فراہم کی گئیں۔

۷ - باوجودیکہ حضرت عمرؓ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف نہ لے جاتے لیکن مختلف محاذوں پر لڑنے والے تمام فوجوں کی پوزیشن سے باخبر رہتے۔ راستوں اور میدان جنگ کے نقشے منگواتے، فوجوں کو ترتیب دیتے اور مدینہ میں رہتے ہوئے احکام جاری کرتے اور مکمل کنٹرول رکھتے۔ چنانچہ ان تمام فتوحات میں حضرت عمرؓ کی ماہرانہ سپہ سالاری کو سب سے زیادہ دخل ہے۔

۸ - آپ صرف علاقے ہی فتح نہیں کرتے تھے جیسا کہ سکندر و چنگیز کا طریقہ تھا بلکہ جو علاقہ فتح ہوتا اس کا انتظام کرتے اور جب تک انتظام مکمل اور تسلی بخش نہ ہو جاتا آگے بڑھنے کا حکم نہ دیتے۔ اس طرح آپ کی ہر فتح مستقل ہوتی۔

۹ - فوجوں کی تربیت : فوجوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے اور اخلاقی و بدنی دونوں طرح کی تربیت دی جاتی۔

مسلمہ اخلاقی اصولوں کی جنگ کی حالت میں بھی خلاف ورزی قابل برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح فوج کو باقاعدہ بدنی ٹریننگ دی جاتی اور اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ فوج آرام طلب، سست اور عیش پسند نہ بن جائے۔

حضرت عمرؓ کی فوجی اصلاحات

اسلام سے پہلے بڑی بڑی سلطنتوں میں بھی فوج کا کوئی عدہ انتظام نہیں ہوتا تھا بلکہ علاقہ کے بااثر لوگوں کو بیریں دے دی جاتیں اور ان کے ذمہ ہوتا کہ بوقت ورت ایک معین تعداد میں فوج مہیا کریں گے اور بڑی سلطنتوں کی بغاوت کی شکل میں اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی۔

اسلام کے آغاز میں بھی کوئی منظم فوج نہ ہوتی تھی اور نہ ہی فوجیوں کے لیے کسی معقول آمدنی کا انتظام تھا۔ مال غنیمت میں جو کچھ آتا وہی فوجیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ۱۵ھ تک نظام فوج اسی طرح چلتا رہا۔ تا آنکہ حضرت ابوہریرہؓ عامل بحرین پانچ لاکھ روپیہ لے کر مرکز میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں سے اس کے مصرف کے بارے میں مشورہ لیا۔ ولید بن ہشام کے مشورہ سے باقاعدہ فوج کا رجسٹر اور دفتر وغیرہ بنایا گیا اور اس کا نام دیوان تجویز ہوا جو ایک عجمی (پہلوی) لفظ ہے معلوم ہوتا ہے یہ نظام حضرت عمرؓ نے سلاطین عجم میں سے کسی سے لیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے چند ماہر نساب ایک کام پر مامور کیے کہ تمام جنگی خدمات دینے کے قابل لوگوں کی ایک فہرست تیار کی جائے۔ چنانچہ فہرست میں جو شخص حضورؐ سے جتنی زیادہ قرابت رکھتا تھا اتنا مقدم تھا۔ الاقرب فالاقرب جن لوگوں کے نام درج رجسٹر ہوتے ان کی اور ان کی بیویوں اور بچوں کے لیے باقاعدہ تنخواہیں اور وظائف مقرر ہوئے۔ فوج کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔

۱ - ہر وقت جنگی مہمات میں رہنے والی فوج۔

۲ - والنٹیر (جو بوقت ضرورت بلائے جاتے) لیکن یہ بھی باقاعدہ تنخواہ دار تھے۔

یہ تھے وہ حقیقی اسباب جن کی بناء پر فاروق اعظمؓ دنیا کے عظیم فاتح اور بے عدیل کشور کشا تسلیم کیے گئے حتیٰ کہ نپولین نے کہا تھا کہ ”اگر ایک جنرل عمرؓ اور پیدا ہو جاتا تو ساری دنیا پر عربوں کی فرمانروائی ہوتی۔“

بقیہ: تحریک ریشمی رومال

شیخ الہندؒ کی ابتدائی کارگزاری

اس تحریک کی کامیابی کے لیے اس پر بھی غور ہوا کہ چونکہ بغیر ”تشدد“ (وائلنس) کے انگریز کا اخراج ناممکن ہے اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ خفیہ طور پر اسلحہ اور سپاہی (مجاہدین) تیار کیے جائیں۔ چنانچہ اس کے لیے ابتداءً آزاد قبائل کا علاقہ یاغستان تحریک کا مرکز قرار پایا۔— اور اندرونی طور پر اسلحہ کی ذخیرہ اندوزی اور مجاہدین کی تربیت کا کام بھی شروع ہو گیا۔ اس اسلحہ کی ضرورت کے پیش نظر شیخ الہندؒ نے حجاز کا سفر کیا۔ جس کے تحت ترک گورنمنٹ کی وساطت سے استنبول، ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک سے اخلاقی حمایت اور جنگی سامان فراہم کرنا مقصود تھا لیکن تحریک کا راز افشا ہونے پر شیخ الہند اور امام راشد مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل اور ان کے رفقاء مالٹا میں نظر بند کر دیے گئے۔ اس وقت یاغستان کے علاوہ جنگی سامان کے ذخیرہ کے لیے پنجاب اور سندھ اور یو پی میں مندرجہ ذیل برانچیں قائم کی گئیں۔

۱ - دین پور شریف (ضلع رحیم یار خان) ۲ - امروٹ شریف (سندھ) ۳ - کراچی کھڈہ ۴ - دہلی ۵ چکوال — دیوبند کے مرکز کے علاوہ ان مراکز میں ایک نگران بھی مقرر تھا اور مقامی صدر اور ایک ایک سیکرٹری بھی نامزد کر دیا گیا تھا اس تحریک کے سرکردہ رہنماؤں میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حکیم اجمل خاں، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ المشائخ مولانا غلام محمد دین پوری، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، قطب الاقطاب مولانا سید تاج محمود امروٹی، مولانا محمد صادق کراچی، مولانا احمد علی لاہوری اور دوسرے مذہبی و سیاسی رہنماؤں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں۔

تحریک کا مقصد

اس بارے میں برطانوی گورنمنٹ کی سرکاری رپورٹ کا ایک اقتباس نقل کر دینا بھی مناسب ہو گا جس سے تحریک انقلاب کا مقصد اور پروگرام سامنے آ جاتا ہے سرکاری رپورٹ کا مرتب لکھتا ہے :۔

”دار العلوم دیوبند کے صدر مولوی محمود حسن نے حکومت کے خلاف ایک تحریک کا آغاز کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی اور دوسرے اسلامی و غیر اسلامی ممالک کی مدد سے شمال و مغرب کی جانب سے ہندوستان پر لشکر کشی کر دی جائے اور ہندوستان کے مسلمان اندرون خانہ بغاوت کر دیں اور چند ہی دنوں میں ایشیا سے سامراجی اقوام کا خاتمہ ہو جائے۔ اس تحریک کی تجاویز ایک رومال پر پھول بوٹیوں کی صورت میں لکھی گئی تھیں۔ چنانچہ ایک جہاز میں اس کا پیغام رساں سوار تھا۔ اس کی تلاشی لی گئی مگر ایک ساتھی نے نہایت کوشش سے اس رومال کو چھپایا۔ اس رومال کی تحریر میں روس کے علاوہ بہت سی سلطنتوں سے امداد کی درخواست کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں عبید اللہ نامی ایک مولوی شیخ الہند کا نو مسلم شاگرد ۲۶ سال تک بیرون ملک میں پھرتا رہا۔“

برٹش گورنمنٹ کی یادداشت میں لکھا ہے :۔

”اس تحریک کی انقلابی حکومت کا صدر مقام مدینہ منورہ مقرر کیا گیا تھا۔ سپہ سالار اعلیٰ شیخ الہند قرار پائے تھے۔ اور دوسرے مقامی ہیڈ کوارٹر کے لیے طہران اور کابل کا نام پیش کیا گیا تھا۔ اس تحریک کی کامیابی کے لیے اس تحریک کا سربراہ گورنر مکہ غالب پاشا سے بھی ملا تھا بالآخر یہ تحریک ناکام ہوئی۔ گورنمنٹ کو اطلاع ہو گئی اور شیخ الہند کو مع رفقاء مالٹا کے سیاسی قید خانہ میں نظر بند کر دیا گیا۔“ (از تاریخ مکمل آزادی ہند)

یہ تھا اس تحریک کا مقصد جو آپ نے برطانوی رپورٹ میں پڑھا۔ اس تحریک کی ان عالمگیر سرگرمیوں سے دیوبند کے ان عظیم فرزندوں کی کوششیں قابل تحسین ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیے مالٹا اور تاہر کے قید خانوں میں نغمہ ہائے آزادی کے گیت گائے۔

اس تحریک کی تفصیل کے لیے کتاب ”امام راشد سید حسین احمد مدنیؒ“ کا مطالعہ ضروری ہے

* * *

قاضی محمد عدیل عباسی

علامہ اقبالؒ اور صوفیائے اسلام

علامہ اقبال کا کلام مولانا رومؒ کی تعلیمات کا از ابتدا تا انتہا مظہر ہے اقبال نے اپنے کلام کا آغاز ہی اس سے کیا ہے کہ خواب میں مرشد رومی نے ہدایت فرمائی اور بموجب ہدایت مرید ہندی نے مطالعۂ کائنات بصورت حقائق اسلام پیش کیا ؎

رُوحِ خود بنمود پیرِ حق سرشت
کو بحرفِ پہلوی قرآں نوشت

(یعنی حضرت مولانا روم خواب میں تشریف لائے جنہوں نے فارسی زبان میں گویا قرآں تصنیف کیا ہے اور فرمایا ؎

نالہ را اندازِ نو ایجاد کن !
بزم را از ہائے و ہو آباد کن !
خیز و جانِ نو بدہ ہر زندہ را
از قمِ خود زندہ تر کن زندہ را

یعنی ایک نیا انداز حقائقِ قدیم کو دے تب اقبال کے قلب میں گرمی آئی ؎

زیں سخن آتش بہ پیراہن شدم
مثلِ نے ہنگامہ آبستن شدم
برگرفتم پردہ از رازِ خودی
وانمودم سرِّ اعجازِ خودی

یعنی مولانا روم کے اس پیغام سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں نے معرفت نفس اور نفس کے حقائق یعنی رازِ خودی پر جو پردہ پڑا ہے اس کے اٹھانے کا فیصلہ کیا اس طرح ظاہر ہے کہ اعتراف اقبال کرتا ہے کہ اس نے اپنے کلام کا فیض مولانا روم سے حاصل کیا کس جذب و مستی سے کہتا ہے ؎

مطرب غزلے بیتے از مرشدِ روم آور
تا غوطہ زند جانم در آتشِ تبریزے

یعنی تمنا ظاہر کرتا ہے کہ مرشدِ روم سے ایک غزل کیا ایک شعر ہی مل جائے تاکہ میری جان آتشِ تبریز میں غوطہ زن ہو جائے رومی اقبال کے لیے سند ہیں اور جابجا ان کو بطور سند پیش کیا ہے ؎

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند
می نہ دانی اول آں بنیاد را ویراں کنند

یعنی رومی نے کہا ہے کہ رومی کا قول غلط نہیں ہو سکتا ہے کہ جب کسی پرانے مکان کی جگہ نیا مکان بنایا جاتا ہے تو پرانے مکان کی بنیادیں برباد کی جاتی ہیں یہی حال مسلمانوں کی تعمیر نو کا ہے، تباہیاں نئی تعمیر کا پیش خیمہ ہیں، چنانچہ تمام شعراء کے جام و سبو کو اقبال نے کھنگالا تو کچھ نہ کچھ آمیزش ہر جگہ ملی اگرچہ یہ آمیزش لطیف تھی لیکن رومی نے کہا کہ ؎

آمیزشے کجا گہر پاک او کجا
از تاک بادہ گیرم و در ساغر افگنم

یعنی حقیقی پیغامات شعراء صاحبان حقیقت جو کہے ہیں سب میں کچھ نہ کچھ آمیزش ہے لیکن رومی کے جام معرفت میں براہ راست انگور کے خوشہ کی شراب ہے چنانچہ اقبال اکثر بوعلی سینا کو فلسفہ و حکمت کے لیے اور رومی کو حق آگہی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ قطعہ

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم — دستِ رومی پردۂ محمل گرفت
ایں فرو تر رفت تا گوہر رسید — آں بہ گردابے چو خس منزل گرفت

یعنی فلسفی تو غبارِ ناقہ میں ہی گم رہتا ہے لیکن اہل معرفت پردۂ محمل تک پہنچ جاتے ہیں فلسفی گرداب میں تنکے کی طرح چکر لگاتا ہے اور عارف سمندر کی تہ میں جا کر موتی لے آتا ہے۔ رومی کے تلمذ کا تو اقبال علانیہ اعتراف کرتے ہیں اور اسی کو باعث فخر قرار دیتے ہیں اس سے تو ان کا سارا کلام بھرا پڑا ہے ؎

مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمی بینی
برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است

یعنی مجھ کو دیکھو ایسا ہندوستان میں دوسرا نہیں ملے گا میں ایک برہمن کا لڑکا اور روم و تبریز کا آشنا ہوں (نوٹ) اقبال کے آباؤ اجداد برہمن تھے) لیکن اقبال مجدد صاحبؒ سے بھی حد درجہ متاثر ہیں اور ان سے بھی بہت سی باتیں مستعار لی ہیں اور سیکھی ہیں چنانچہ حضرت مجددؒ صاحب کے بارے میں اقبال اپنی نذر عقیدت اس طرح پیش کرتے ہیں ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

فلسفہ

لیکن عقیدت، مداحی، ادب اور نیاز مندی سے زیادہ اس وقت سوال شاگردی اور استفادہ کا ہے۔ اقبال کے کلام پر حضرت مجددؒ صاحب کی تعلیم و تلقین کی ہر جگہ چھاپ لگی ہوئی ہے۔ اقبال خود ایک بڑا فلسفی ہے چنانچہ اپنی فلسفہ دانی پر خود ہی اظہار خیال کیا ہے اور جابجا کیا ہے۔ ؎

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں کمیاب ہے صہبا

دوسری جگہ ایک سید زادہ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

میں اصل کا خاص سومناتی — آبا مرے لاتی و مناتی
تو سید ہاشمی کی اولاد — میری کفِ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں — پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے — اس کی رگ رگ سے باخبر ہے

لیکن وہ فلسفہ یا خرد کو وبال تصور کرتا ہے کہتا ہے ؎

انجام خرد ہے بے حضوری — ہے فلسفہ زندگی سے دوری

چنانچہ مولانا روم کے قول کے مطابق کہ "زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است" اقبال جابجا عقل کی مذمت اور عشق کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کرتا ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

چنانچہ میلادِ آدم کے بارے میں ارشاد ہے ؎

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حُسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

مغرب کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فلسفہ کی اصل حقیقت کو کس طرح آشکارا کیا ہے۔

مُکدّر کرد مغرب چشمہ ہائے علم و عرفاں را
جہاں را تیرہ تر سازد چہ مشائی چہ اشراقی

"عقل" اور "فلسفہ" کے بارے میں اقبال نے یہ جو کچھ کہا ہے یہ بعینہٖ حضرت مجددؒ کی تعلیم ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت اور انسانیت پر ان کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے اور عقل و فلسفہ کے طریقے پر تنقید کرتے ہوئے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

"اگر ان اکابر (انبیاء علیہم السلام) کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو انسانی عقلیں صانعِ عالم کی ہستی کے علم و اثبات اور اس کے صفات و کمالات کے ادراک سے عاجز و قاصر رہتیں۔ قدیم فلاسفہ (حکماء یونان) جو اپنے کو عقلِ کل سمجھتے تھے" وجود صانع کے منکر تھے۔

میرا مقصد یہ ہے کہ محض عقل اس دولت عظمیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی توحید کے علم و ادراک سے قاصر ہے اور نبوت کی راہنمائی کے بغیر دولت خانۂ توحید کا سراغ نہیں مل سکتا یہی حال تمام سمعی حقائق ملائکہ، حشر نشر، جنت و دوزخ وغیرہ کا ہے ..... عقل ان تمام باتوں کے ادراک سے قاصر ہے ..... جس طرح عقل کی پرواز حسِ ظاہری سے اوپر ہے کہ جس بات کا ادراک ظاہری حواس سے نہیں ہو سکتا، عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے اسی طرح طریقِ نبوت طریقِ عقل سے بلند و بالا ہے جن حقائق کا علم عقل سے حاصل نہیں کیا جا سکتا وہ نبوت کے توسل سے معلوم ہو جاتے ہیں ...... اگر عقل ان معاملات میں رہنمائی کے لیے کافی ہوتی تو فلاسفۂ یونان ضلالت و گمراہی کے میدان میں سرگرداں نہ ہوتے اور حق تعالیٰ کی معرفت انکو سب سے زیادہ حاصل ہوتی حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ذات و صفات حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ جاہل یہی گروہ ہے، الٰہیات کے بارے میں ان کی حماقتیں اور سفاہتیں حد سے گزری ہوئی ہیں ؎

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کلِ آں
ہم سفہ باشد کہ حکمِ کل حکمِ اکثر است

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۲۳)

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

ہو سکتا ہے کہ کچھ حقیقتیں بجائے خود صحیح اور واقعی ہوں اور ہماری ناقص عقلیں ان کو مستبعد سمجھتی ہوں۔ اگر تمام حقائق کے ادراک کے لیے عقل کافی ہوتی تو بوعلی سینا جیسے حکماء اور فلاسفہ کے عقلی فیصلوں میں کبھی غلطی نہ ہوتی حالانکہ ایک ایک مسئلہ میں انہوں نے ایسی مضحکہ خیز غلطیاں کھائی ہیں کہ بقول امام رازی "یضحک منہ الصبیان" ان کو سن کر چھوٹے بچوں کو بھی ہنسی آ جائے"۔

آگے فرماتے ہیں:۔

ہمارا مطلب و مدعا یہ نہیں ہے کہ عقل رہنمائی کے قابل

ہی نہیں ہے بے شک وہ بھی دلیل اور راہنما ہے لیکن کامل رہنما نہیں ہے انسانیت کے لیے کامل رہنما بس انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہے۔"

(دفتر سوم مکتوب نمبر ۴۴)

اقبال نے عارفین کاملین جو حیات و کائنات کی حقیقتوں کو قلب کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کا غائر مطالعہ کیا تھا وہ خود اپنی جانب سے کچھ نہیں کہتا بلکہ مسلمات کو زبان و بیان کی خوبیوں سے آراستہ کر کے پیش کرتا ہے اس لیے وہ اپنے اوپر عام شاعری کا اطلاق پسند نہیں کرتا ہے

نہ بینی خیر ازاں مرد فرو دست
کہ بر من تہمت شعر و سخن بست

یعنی وہ آدمی جو میرے اوپر شعر و سخن کی تہمت لگائے اس سے کسی خیر و خوبی کی امید نہ رکھنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں حقائق ایمان و اسلام کو پیش کرتا ہوں۔ شاعری کے عام چلن سے تعلق نہیں رکھتا ہے

بکوئے دلبراں کارے ندارم
دل زارے، غم یارے ندارم

یعنی میں شاعر کیسے ہو سکتا ہوں کیونکہ نہ مجھے کوئے جاناں سے واسطہ ہے، نہ دل زار رکھتا ہوں اور نہ کسی یار کا غم۔ اس طرح وہ اسلام کا مطرب و مغنی ہے اور اسلام اس نے عارفان کامل سے سیکھا ہے۔

وحدت وجود

خدا، روح اور مادہ کے بارے میں طرح طرح کی کم نگریاں اور مضحکہ خیز حد تک غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ان بعض ناقابل قبول باتوں کو جگہ جگہ مسلمانوں نے بھی قبول کر لیا، جن کی برابر ہر زمانہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں اصلاح ہوتی چلی آئی ہے چنانچہ انہی میں ایک عقیدہ وحدت وجود کا ہے جس کے اصطلاحی معنی عام طور سے یہ سمجھے جاتے ہیں کہ صرف خدا کا وجود ہے بقیہ واہمہ ہے اسے مختلف مذاہب اور عقائد میں طرح طرح سے اور بڑے رومانی انداز سے ظاہر کیا گیا ہے ہندوستان میں یہ سوامی شنکر اچاریہ کا لایا ہوا ویدانت فلسفہ کہلاتا ہے جب بدھ جی نے خدا کا نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا اور بدھ مذہب بڑے زور و شور سے پھیل گیا تو سوامی شنکر اچاریہ یہ دوسرا انتہاپسندانہ عقیدت لے کر اٹھے اور انہوں نے یہ تعلیم دینی شروع کی کہ بس خدا کا وجود ہے اور کسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے اس سے روح کے وجود کا بھی انکار لازم آتا ہے اسی فلسفہ کو حال ہی میں سوامی وویکانند نے اپنایا اور ہمالیہ پہاڑ سے راس کماری تک اس کی تبلیغ کرتے رہے وہ جب کسی کو خط لکھتے تھے تو اس کو اس طرح مخاطب کرتے تھے "میں خود فلاں کی شکل میں"۔ اس عقیدے نے بعض اسلامی مفکرین اور صوفیہ کو بھی متاثر کیا چنانچہ غالب کہتا ہے ؎

جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اسلامی تاریخ میں "منصور حلاج" کا قصہ شہرت عام رکھتا ہے جس نے انا الحق کا نعرہ لگایا تھا۔ یہ واقعہ ادب و شعر میں بھی پوری طرح پیوست ہو گیا ہے اور بڑے رومانی انداز سے اس کے تذکرے آتے ہیں۔ اقبالؒ نے اس کی تردید زوردار سے زوردار الفاظ میں پوری قوت اور بڑی شاعرانہ محاکات کے ساتھ کی ہے چنانچہ اپنی ایک تصنیف "زبور عجم" میں ایک خاص باب "گلشن راز جدید" باندھا اس میں مختلف سوالات کے جوابات دیئے ہیں اس کا تفصیلی تذکرہ طوالت سے خالی نہ ہوگا مگر دیکھئے کس یقین کامل اور کس تیور سے کہتا ہے ؎

جہاں پیدا و محتاج دلیلے
نمی آید بہ فکر جبرئیلے

یعنی دنیا ظاہر ہے اور پھر بھی اس کے وجود کے لیے دلیل تلاش کی جاتی ہے۔ یہ بات جبرئیل کی فکر میں بھی آنے والی نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ خودی، خود آگاہی اور خدا آگاہی پر زور دیتا ہے کیونکہ اس سے اپنا یعنی روح یا ایگو کا وجود لازم قرار پاتا ہے۔ اقبال نے صاف صاف اعلان کیا ہے کہ خدا، روح اور مادہ تینوں کا وجود ہے اور خدا روح اور مادہ کا خالق ہے اور یہی صحیح اسلامی عقیدہ ہے۔ درحقیقت جب اس طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں تو ان کو نہ محض کتابی علوم سے حل کیا جا سکتا ہے اور نہ عقلی موشگافیوں سے بلکہ ایک بڑی دلیل کسی عارف کامل کا تجربہ ہونا چاہیئے جس نے باطن کی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہو اور جو ان منازل سے گزرا ہو۔ دراصل ایسا ہی مرد خود آگاہ جانی بوجھی راہوں اور اپنے اوپر گذری ہوئی کیفیات و واردات کو بیان کرتا ہے تو وہ یقین کے لیے وہی استواری پیدا کرتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پرندوں کے ٹکڑے مل کر ہوا میں اڑنے سے ہوا تھا۔ علماء ظاہر جو بڑے سے بڑا درجہ رکھتے تھے ان کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر مذکورہ بالا قسم کی دلیل سے اطمینان قلب حاصل کرتے ہوئے پایا گیا ہے اقبال نے بھی یہ یقین حضرت مجدد صاحبؒ کے تجربہ سے حاصل کیا تھا حضرت مجددؒ نے اپنے کئی مکتوبات میں اپنی یہ سرگذشت لکھی ہے کہ:۔

"میں بچپن سے اور موروثی طور پر توحید وجودی کا قائل اور علمی و ذہنی طور پر گویا اس پر مطمئن تھا اس کے بعد جب میں نے راہ سلوک میں سفر شروع کیا تو شروع میں مجھے یہی راہ منکشف ہوئی اور انہی علوم و معارف کا ورود ہوتا رہا جو اس راہ یعنی توحید وجودی سے مناسبت رکھتے تھے اس کے بعد اس فقیر پہ ایک دوسری نسبت کا غلبہ ہوا اور اس میں درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میں نے یقین کے ساتھ محسوس کر لیا اور گویا دیکھ لیا کہ توحید وجودی دراصل اس راہ کی ایک منزل ہے اصل مقام مقام عبدیت ہے جہاں تک عنایت الٰہی نے مجھے آخر میں پہنچایا"

اپنی یہ سرگذشت ایک مکتوب میں لکھ کر آخر میں فرماتے ہیں:۔

"ایں زماں کہ ایں مقام در نظر آمد علوم آں واضح گشت و از مقامات گذشتہ تائب و مستغفر شد"

روح کا وجود

یہی حال روح کے وجود کا ہے۔ صوفیا کی ایک اصطلاح "نفی خودی" کی تھی۔ اس کا مطلب و منشا روح کے وجود سے انکار نہ تھا لیکن اقبال نے شاعری کی رنگینی اور رومانیت کے لیے اس اصطلاح سے خوب فائدہ اٹھایا اور اپنا کلام ہی اثبات خودی سے شروع کیا۔ چنانچہ کسی صوفی نے کیا خوب شعر کہا ہے شعری خوبیوں کے لحاظ سے شعر کتنا لاجواب ہے ملاحظہ ہو۔

؎ خود را ز پرستیدہ عرفاں چہ شناسی
کافر نہ شدی لذت ایماں چہ شناسی

اسی کے بارے میں اقبال کہتا ہے ؎

خود را کنم سجودے دیر و حرم نماندہ
ایں در عرب نماندہ آں در عجم نماندہ

اور تلقین یہ ہے کہ ؎

شمع خود را ہمچو رومی بر فروز
روم را در آتش تبریز سوز

وہ کس ذوق و شوق سے وجد کے عالم میں آواز دے رہا ہے "نظم"

زمن گو صوفیان با صفا را خدا جویان معنی آشنا را
غلام ہمت آں خود پرستم کہ با نور خودی بیند خدا را

اور وحدت وجود پہ بھرپور وار اس طرح کرتا ہے۔ ع

دگر از شنکر و منصور کم گوئے

یعنی سوامی شنکر اچاریہ اور منصور کا ذکر ترک کرو۔ ان غلط باتوں سے باز آؤ۔

عشق رسولؐ

اقبال نے جس طرح رومی اور مجدد الف ثانی سے فیض حاصل کیا ہے اسی طرح وہ جنید بغدادی، عطار، عراقی، بایزید، ملا جامی اور تمام مشہور عارفان کامل سے استفادہ کرتا ہے۔ اسرار خودی اور رموز بے خودی کے مضامین کے عنوانات یہ ثابت کرتے ہیں کہ اقبال کا ماخذ قرآن و حدیث کے علاوہ وہ شرحیں بھی تھیں آیئے ذرا ان عنوانات پر نظر ڈالیں "مقصد حیات مسلم اعلاء کلمۃ اللہ است و جہاد اگر محرک جوع الارض باشد در مذہب اسلام حرام است"۔ "پیشکش بحضور ملت اسلامیہ" جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

اے ترا حق خاتم اقوام کرد
بر تو ہر آغاز را انجام کرد

"مقصود رسالت محمدیہ" "تشکیل و تاسیس حریت و مساوات و اخوت بنی نوع آدم است" "حریت اسلامیہ و سر حادثہ کربلا" "وطن اساس ملت نیست" "پختگی سیرت ملیہ از اتباع آئین الٰہیہ است" "حسن سیرت محمدیہ از تادب بہ آداب محمدیہ است" "مرکز ملت اسلامیہ بیت الحرام است" "کمال حیات ملیہ این است کہ ملت مثل فرد احساس خودی را پیدا کند و تولید و تکمیل ایں احساس از ضبط روایات ملیہ ممکن گردد" "شرح اسماء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ" وغیرہ وغیرہ اور اقبال کا پیام "عشق رسول" تمام عارفان زمانہ قدیم و جدید کے مسلک کا نچوڑ ہے وہ کہیں عراقی کے حسب ذیل شعر کو عنوان قرار دیتا ہے جو انھوں نے روضہ نبوی کے بارے میں کہا ہے

؎ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اس زمانہ میں اس مقام کا کمال اور اس کی رفعت کا علم ہوا اور اس علم کے بعد گذشتہ مقامات و احوال سے میں نے توبہ و استغفار کیا۔

ام الامراض قبض کی تشریح

طبی معلومات

استاذ الحکماء حکیم آزاد شیرازی
(سابق پرنسپل طبیہ کالج) مدیر "تذکرہ" لاہور

۲۹ر نومبر ۱۹۷۳ء سے دسمبر ۱۹۷۳ء تک کی طویل بیماری نے "طبی معلومات" لکھنے سے روکے رکھا۔ اب الحمدللہ کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کی دعاؤں، برادرِ عزیز القدر حکیم عبدالرشید صاحب کی دواؤں اور عزیز محترم ڈاکٹر سعید المظفر فیض صاحب کی تیمارداری سے اس قابل ہو گیا ہوں کہ دوبارہ طبی معلومات سے کر قارئین خدام الدین کی خدمت میں حاضر ہو سکوں۔

گزشتہ ہفتے ایک مختصر صحبت میں حکیم عبدالرشید صاحب نے راقم الحروف سے استفسار فرمایا کہ اسطوخودوس کے مفصل خواص و فوائد کیا ہیں؟ میں نے گزارش کی کہ اسطوخودوس جملہ امراض دماغی کا واحد علاج ہے۔ اتفاق سے دوسرے ہی روز ایک اور حکیم صاحب نے یہی سوال کیا اور راقم نے انہیں بھی یہی جواب دیا، اور یہ گزارش بھی کی کہ اسطوخودوس کے لغوی معنے "جھاڑو" ہیں اور اس کا سب سے بڑا فعل یہی ہے کہ وہ جملہ دماغی رطوبات و فضلات کو خارج کر کے دماغ کا تنقیہ کر دیتی ہے۔ گویا دماغ کی قبض کو ختم کر دیتی ہے۔ "دماغی قبض" کی اصطلاح پر حکیم صاحب نے بے اختیار قہقہہ لگایا اور یہی قہقہہ اس مقالہ کی تحریر کا باعث بنا۔

قدیم یونانی طبیبوں سے یہ قول منسوب ہے کہ قبض ام الامراض ہے یعنی تمام بیماریوں کی ماں ہے لیکن اس قول کی تشریح عموماً یہ کی جاتی ہے کہ جس شخص کو روزانہ باقاعدگی سے بافراغت اجابت نہیں ہوتی وہ قبض کا مریض ہے اور اسی قبض کے باعث وہ دیگر جسمانی عوارض میں مبتلا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قبض کی یہ تشریح قبض کا اجمال ہے تفصیل و تفسیر و تشریح ہرگز نہیں اس سے مراد صرف قبض معدہ ہے۔ اگر متقدمین کا یہ قول یوں ہوتا کہ قبضِ معدہ ام الامراض ہے تو اس قول کی عمومی تشریح کافی ہوتی ــــ لیکن یہاں صرف قبض کا لفظ ایک معدہ ہی کی قبض سے خاص نہیں بلکہ جسم انسانی کے جملہ اعضاء کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

آپ نے یہ بات تو کسی نہ کسی معالج سے ضرور سنی ہو گی کہ فلاں مریض کا جگر کام نہیں کر رہا۔ فلاں مریض کے گردے اپنا فعل پوری طرح انجام نہیں دے رہے اور یہ خبر بھی ضرور سنی ہو گی کہ فلاں صاحب حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے ــــ لیکن آپ نے کبھی اس امر پر غور فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ ان اعضاء کی بے حسی یا کام نہ کرنے کو ان اعضاء کی قبض سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور اگر ان اعضاء کی بے حسی، ناکارہ پن اور ساکن و جامد کیفیت کو درست کر کے حساس فعال اور متحرک بنا دیا جائے تو ان اعضاء کو دوبارہ صحت مند بنایا جا سکتا ہے مرزا غالب نے کیا پتے کی بات کہی ہے ؎

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

جب آپ کی طبیعت میں کسی شخص سے انقباض (یعنی قبض) پیدا ہو جاتا ہے تو آپ اور اس شخص کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔ نفرت کی یہ دیوار ایک شدید بیماری ہے اور یہ بیماری اسی وقت دور ہو سکتی ہے جب اس قبض کی دیوار کو کسی ملین یا مسہل دوائی سے توڑا جائے۔ یعنی جب فریقین کے درمیان کھل کر تبادلۂ افکار ہو۔ ایک دوسرے کے بارے میں جو غلط فہمیاں یا غلط خیال پیدا ہوئی ہیں، ایک دوسرے کے منہ پر بیان کی جائیں۔ فریقین اپنا اپنا بیان صفائی پیش کریں۔ اور وہ گرد و غبار دھل کر دونوں کی طبیعتوں کی قبض رفع ہو جائے۔ دونوں کی طبیعتیں صاف ہو جائیں اور پھر دونوں کے سینے ایک دوسرے پر مہر و محبت کے دروازے کشادہ کر دیں۔ اور دونوں کا مرض دور ہو کر ایک صحت مند معاشرہ جنم لے سکے۔

کائنات کے سب سے بڑے روحانی و جسمانی طبیب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان اخوت کے رشتے کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھنے کا کیا عمدہ علاج اور نسخہ تجویز فرمایا ہے، کہ "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ مدت تک کے لیے روٹھا رہے" اور پھر ان دونوں میں سے افضل اس شخص کو قرار دیا ہے جو تیسرے دن روٹھے ہوئے بھائی کو منانے میں پہل کرے۔ قرآن حکیم کا الٰہی قانون اپنی نبوی تفسیر و تشریح کے بغیر عملی صورت کیونکر اختیار کر سکتا ہے ــــ کاش قرآن حکیم کے جدید مفسرین اپنی قرآن دانی کے دعووں پر نظر ثانی کریں اور احادیث نبوی کی اہمیت کا اندازہ کر سکیں۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کے لیے بھائی بھائی بن کر رہنے کا حکم سنایا ہے لیکن اس "رشتۂ اخوت" کو قائم و دائم رکھنے، اس کے بقاء و استحکام کے طریقے پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جن دو مسلمانوں کے درمیان کسی وجہ سے کوئی ناراضگی پیدا ہو جائے تو اس ناراضگی یا خفگی کو تین دن تک دور کرنا لازمی ہے ورنہ مسلمانوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ ختم ہوتا جائے گا وہ قبض کے شدید مرض میں مبتلا ہو جائیں گے جس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کا سارا جسم مختلف امراض کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اس کے اعضاء ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے سب اپنا اپنا کام چھوڑ دیں گے اور ایک دوسرے سے عدم تعاون کی یہ وبا اس متحرک جسم کو ایک بے حس و حرکت لاش میں تبدیل کر دے گی کیا آج دنیائے اسلام اس قبض کے نتیجے میں ایک ساکن و جامد پتھر کی صورت اختیار نہیں کر چکی اور اس مریض کا اس قبض کو دور کر کے اسے پھر سے متحرک کر دینے کے سوا کوئی اور علاج ممکن ہے؟

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی ؎

صلاحِ کار کجا و منِ خراب کجا
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

آمدم برسر مطلب ــــ! مجھے تو اپنے طبیب بھائیوں اور دوستوں سے یہ بات کہنا ہے کہ قبض سے مراد صرف قبض معدہ ہی نہیں بلکہ قبض الاعضاء ہے جو افعال الاعضاء کی ضد ہے۔ طب میں افعال الاعضاء کی اصطلاح بھی اسی حقیقت کی غماز ہے کہ جب کوئی عضو اپنے فعلِ مخصوص کو ترک کر دیتا ہے یا اس کے فعل میں کوئی نقص یا کمی واقع ہو جاتی ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس عضو میں قبض پیدا ہو گئی ہے اس قبض کو رفع کرنے ہی سے اس عضو کے فعل کو دوبارہ جاری کیا جا سکتا ہے ــــ اگر انسانی جسم کو ایک مشینری اور جسم کے اعضاء کو اس مشینری کے مختلف پرزے تصور کر لیا جائے تو یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ کسی ایک پرزے میں میل پھنس جانے یا زنگ لگ جانے سے مشینری کے فعل اور کارکردگی میں نقص یا رکاوٹ پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ لہٰذا اس مشینری کے ٹھیک کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان سب پرزوں کا بغور جائزہ لے۔ اور جس پرزے میں قبض پیدا ہو اسے قبض دور کر کے چالو کر دے اور مشینری کو صحت مند بنا دے۔

یہ تو معالجین کا بلکہ عام لوگوں کا روزمرہ کا مشاہدہ و تجربہ ہے کہ اگر کسی شخص کو زکام کا عارضہ لاحق ہے اور اس کی ناک بند ہے۔ پیشانی میں درد ہے تو اسے ناک کی قبض رفع کر کے صحت مند بنایا جا سکتا ہے۔ کسی نسوار کے ذریعے دو چار چھینکیں لینے سے ناک کھل جائے گی، زکام بہہ نکلے گا۔ پیشانی میں جمع اور قابض مواد ناک کے رستے خارج ہو جائے گا۔ اور مریض صحت یاب ہو جائے گا۔ سینے میں بلغم جما ہوا ہے۔ خشک کھانسی ہو رہی ہے۔ اس قابض بلغم کی قبض کو دور کر دیجیے کھانسی کی خشکی تری میں تبدیل ہو جائے گی۔ سینے کا درد دور ہو جائے گا۔ بلغم کا اخراج ہو کر کھانسی رفع ہو جائے گی۔ مریض کے عصبی نظام میں قبض پیدا ہونے سے بازو یا ٹانگ سُن اور بے حس ہو گئی ہے۔ کسی حصہ جسم میں دورانِ خون بند ہونے کی قبض پیدا ہو گئی ہے۔ وہاں قبض کشا روغن کی مالش کرنے سے خون کی گردش کا عمل پھر [illegible] ہو گئی ہے قبض دور ہو گئی ہے اس عضو کا مرض دور ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے مرحوم حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانی علیہ الرحمۃ عصر حاضر کے ایک یگانہ روزگار عبقری اور محقق طبیب تھے ان کی تجدد پسند اور تحقیق آشنا طبع عالی نے جس "نظریہ مفرد اعضاء" کو جنم دیا تھا وہ افعال الاعضاء ہی سے مطابقت رکھتا تھا۔ راقم الحروف اپنی ہیچمدانی کے اعتراف کے باوجود مرحوم کے "نظریہ مفرد الاعضاء" کی یہی تشریح کافی سمجھتا ہے کہ جسم انسانی کے جس عضو میں کوئی عارضہ لاحق ہوتا ہے اس عضو کی قبض کو رفع کرنے سے وہ عارضہ دور ہو سکتا ہے۔ گونگا پن، بہرا پن اور اندھا پن کے امراض بھی در حقیقت زبان، کان اور آنکھ کی قبض ہی کے نام ہیں۔ ان امراض کا اصولی علاج یہی ہے کہ ان اعضاء کی قبض رفع کی جائے۔ عورتوں کے مرض عسر الطمث یا بندش حیض کیا ہیں قبض ہی تو ہے اور ان کا علاج رفع قبض کے سوا کیا ہے؟ وجع المفاصل جوڑوں میں فاسد مادوں کے

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C. T.B ۷۳۲-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۹۷/۹/۲۹ S.D ۹-۲۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ G.M/۴۰-۲۱۰ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء

بقیہ:- علامہ اقبال اور صوفیائے اسلام

یعنی آسمان کے نیچے یہ ایک ادب کی جگہ ہے یہاں آکر جنید اور بایزید کے بھی ہوش گم ہو جاتے ہیں۔

اور کہیں ملا جامی کی گراں قدر نعتوں پر رشک کی نگاہ ڈالتا ہے ؎

کشتۂ انداز ملا جامیم
نظم و نثر او علاج خامیم

اور خود جا بجا عجیب انداز سے اس پر روشنی ڈالتا ہے جس میں گرمیٔ آہ بے تابانہ "دلغزش مستانہ" کی عجیب شان ہے قطعہ

من چہ گویم از تولایش کہ چیست — خشک چوبے در فراق او گریست
ہستی مسلم تجلی گاہ او — طور ہا بالد ز گرد راہ او
پیکرم را آفرید آئینہ اش — صبح من از آفتاب سینہ اش

اور پیام یہ ہے کہ ؎

شکرے پیدا کند از سلطان عشق
جلوہ گر شو بر سر فاران عشق
تا خدائے کعبہ بنوازد ترا
شرح "انی جاعل" سازد ترا

عارفانِ کامل کے خم خانۂ عشق سے سیراب ہونے کے بعد وہ اپنے شاعرانہ کمالات کو آگ کا رنگ دیتا ہے اور ہر معمولی چیز سے ایک پرسوز سبق دیتا ہے "صبح درخشاں" "شب تاریک" "ماہ و اختر" "صبح کا تارہ" اور دیگر مناظر فطرت کے تذکروں سے اسلام کی تعلیمات کو دلوں کے اندر جاگزیں کرتا ہے اور یہ سب فیض ان عارفان کاملین کا ہے جن کا وہ معتقد ہے اور جن کا اس نے گہرا مطالعہ کیا ہے وہ برگساں اور نیٹشا وغیرہ کا خوشہ چین نہیں ان پر حرف زن ہے چنانچہ ملاحظہ ہو اس کی ہمت مردانہ نیٹشا کے بارے میں وہ کس جوانمردی سے کہتا ہے ؎

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانہ میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

مگر ہمارے ملک کے اہل علم جن کے خیالات کا سدرۃ المنتہیٰ یہ ہے کہ وہ کسی تصنیف یا تالیف یا ادب و شعر کے مجموعہ کو کسی فرانسیسی، جرمن، برطانوی مفکر کے خیالات کا ترجمہ یا اس کا چربہ ثابت کر دیں انہوں نے اقبال کو بھی انہی فلسفیوں کا مقلد قرار دے دیا اور صرف اس کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود مجتہد ہے اور اس نے صرف علماء و صوفیائے اسلام سے سبق لیا ہے۔

بقیہ: طبی معلومات

اجتماع بندش اور قبض ہی کا نتیجہ ہے اس قبض کو دور کر کے اس مواد کو خارج کر دینے ہی سے اس مرض کا دفعیہ ممکن ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ وہ امراض جو بظاہر قبض کی ضد ہیں۔ ان کا حقیقی سبب بھی قبض ہی ہے۔ مثلاً اسہال اور پیچش ——— ان ہر دو امراض میں قابض دواؤں کے استعمال کی بجائے اسہال آور دواؤں کا استعمال زیادہ صحیح نتائج مرتب کرتا ہے۔ اسہال اطفال میں اسہالی یا تخم، روغن بیدانجیر قابض دواؤں کی نسبت زیادہ کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ مواد فاسدہ خارج ہو کر بچے کو صحت مند بنا دیتا ہے جو اسہال کا سبب ہے پیچش کی دونوں صورتوں میں زحیر صادق ہو یا زحیر کاذب روغن تخم بیدانجیر یا اسپغول حسب موقع و محل عموماً کامیاب رہتا ہے جس سے انتڑیوں کے وہ سدے جنہوں نے قبض پیدا کر کے پیچش کو جنم دیا ہے کھل کر خارج ہو جاتے ہیں اسہال کے اخراج کے بعد مریض کسی قابض دوائی کے استعمال کے بغیر ہی پیچش سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

ان مختصر گزارشات اور اجمالی اشارات کی روشنی میں طبیب حضرات اپنی ذہانت و فراست اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اکثر مریضوں کو صحت اور تندرستی سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کوئی دقت طلب یا اختلافی امر ہو تو راقم الحروف معزز اطبائے کرام سے طب کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے تبادلہ خیال کے لیے ہر وقت حاضر ہے نیز بذریعہ خط و کتابت بھی انہیں مطمئن کرنے کے لیے آمادہ ہے۔

بقیہ: مفتی محمود کی تقریر

جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیے

اخبارات میں ایک سطر نہیں چھپتی، پریس کانفرنس بلاتے ہیں، پریس رپورٹر غریب اپنا فرض ادا کر دیتے ہیں، خبر بھیجتے ہیں لیکن خبر دان پر قینچی چل جاتی ہے اس لیے آپ سے ساری باتیں براہ راست ہی کرنی پڑتی ہیں۔

محترم دوستو! ہم سب کا مشترکہ قومی اور ملی فریضہ ہے کہ پاکستان کو ظلم و ناانصافی اور فرنگی تہذیب و ثقافت سے نجات دلائیں۔ اور یہاں پر سید الانبیاء جناب رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی پاکیزہ تعلیمات کو فروغ دیں اسلام کے عادلانہ نظام حیات کو ہر شعبۂ زندگی میں جاری کریں اور جو لوگ اس میں مزاحم ہوں ان کا ڈٹ کر ہر محاذ پر مقابلہ کریں۔ اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لیے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیے۔ کیونکہ جمعیت ہی ایک ایسی جماعت ہے جو اس مقصد کے لیے ملک کے چاروں صوبوں میں برابر جدوجہد کر رہی ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

ظالم لوگ عوام کی گردنوں پر مسلط ہو گئے ہیں اور مملکت خداداد میں خدا کی مخلوق پر خدا کا حکم نافذ کرنے کے بجائے دشمنانِ اسلام کی بالادستی قائم کی جا رہی ہے ان حالات میں ایک دردِ دل رکھنے والا باشعور مسلمان کبھی آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ حق کی بالادستی قائم کرنے کے لیے ظلم کا سر نیچا کرنے کے لیے اور فواحش و منکرات مٹانے کے لیے ایثار و قربانی، صبر و استقامت، نظم و ضبط اور جرأت و مردانگی کی وہی راہ اختیار کی جائے جس پر چل کر ہمارے اکابر نے طاغوتی اور ابلیسی قوتوں کا ہر دور میں مقابلہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی اور بھلائی کی توفیق بخشے، تا دم آخر اہل حق کے ساتھ رکھے۔ خاتمہ ایمان پر ہو اور آخرت میں حشر بھی نیک اور برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین!

موسم سرما کے دو نادر تحفے
جوارش فرحت
کستوری، عنبر، زعفران اور دیگر بیش قیمت ادویات کا مجموعہ جملہ اعضائے رئیسہ کو بے پناہ تقویت پہنچاتا ہے۔
قیمت پانچ تولے پیک محصولڈاک بارہ روپے پیشگی بذریعہ منی آرڈر
حب زعفرانی
زعفران اور دیگر ادویات کی گولیاں عام جسمانی طاقت بحال کرنے کے [illegible]
شگفتہ و شاداب بنا دیتی ہیں شادی شدہ حضرات کے لیے از بس مفید ہیں۔
قیمت فی شیشی بارہ روپے پیک محصولڈاک پیشگی بذریعہ منی آرڈر
شیراز دواخانہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور نزد مرکزی [illegible]
حکیم آزاد شیرازی سابق پرنسپل طبیہ کالج

کاغذ کا مشکل مسئلہ

۸ فروری کو مجبوراً خدام الدین ۱۲ صفحات پر شائع کیا گیا کیونکہ گورنمنٹ نے بعض وجوہات کی بنا پر دفعتاً کاغذ کا کوٹہ بند کر دیا تھا۔

توقع تھی کہ معاملہ جلد ٹھیک ہو جائے گا اور قارئین حضرات کو پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ ہم نے متعلقہ حکام کو لکھا تھا کہ حساب آڈٹ ہونے تک سابقہ کوٹہ بحال رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں تاحال کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

محترم قارئین! اگر معاملہ نہ سلجھا تو ہمیں کوئی ناگوار قدم اٹھانا ہوگا کیونکہ مسلسل مہنگے داموں بازار سے کاغذ خریدنا خدام الدین کے لیے انتہائی مشکل مسئلہ ہے جس کا وہ زیادہ دیر تک متحمل نہیں ہو سکتا۔ (ایڈیٹر)